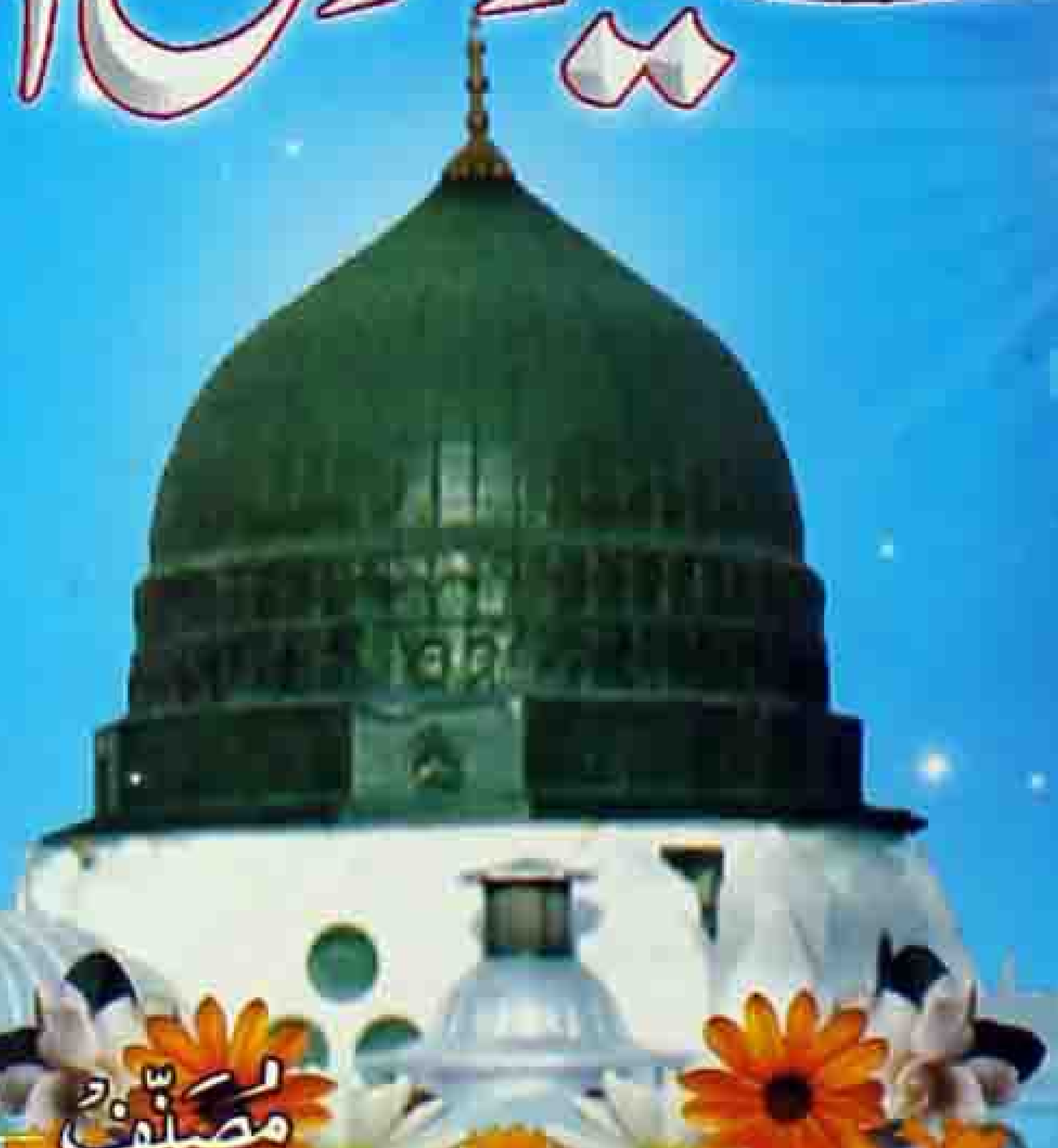
توسل استمداد اور استعانت پر قرآن و سنت
اور اکابرین کے ارشادات سے مزین خوبصورت تحریر

تنبیہ العقول فی نداء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



مصنف
حضرت علامہ محمد نصیر الدین سیالوی زید مجدہ

ناشر بزم شیخ الاسلام
جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ جہلم

توسل استمداد اور استعانت پر قرآن و سنت
اور اکابرین کے ارشادات سے مزین خوبصورت تحریر

تنبیہ الغفول فی نداء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف
حضرت علامہ غلام نصیر الدین سیالوی مدظلہ

زیر بزم شیخ الاسلام

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ جہلم
Tel:0544-633881
Cell:0322-5850951

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب............تنبیہ الفحول فی نداء الرسول ﷺ

اردو نام............ندائے یارسول اللہ کی علمی تحقیق

زیر سرپرستی............شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ

مصنف............حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین سیالوی

تبویب ونظر ثانی............محمد سہیل احمد سیالوی

تاریخ اشاعت (باراول)......نومبر 2006/شوال ۱۴۲۷ھ

ناشر............بزم شیخ الاسلام پاکستان

قیمت............روپے

ملنے کے پتے

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا 724695 - 0483

بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ 0544-633881

مکتبہ جمال کرم مرکز الاویس نزد دستا ہوٹل لاہور 042-7324948

ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور

اہل السنۃ پبلی کیشنز شاندار بیکری والی گلی منگلا روڈ دینہ 0321-7641096

چوہدری بک سینٹر جی ٹی روڈ دینہ

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ فکر اسلامی انارکلی بازار کھاریاں

اجمالی فہرست

صاحبِ کتاب	محمد سہیل احمد سیالوی	
کلماتِ تحسین	مولانا پروفیسر حافظ محمد اشفاق جلالی زید مجدہ	
بابِ اول	ندائے یارسول اللہ ﷺ قرآن وسنت کی روشنی میں	15
بابِ دوم	ندائے یارسول اللہ ﷺ اکابر کے اقوال کی روشنی میں	43
بابِ سوم	ندائے یارسول اللہ ﷺ علمائے دیوبند کے اقوال کی روشنی میں	57
بابِ چہارم	انبیاء واولیاء کے دور سے سننے کے بیان میں	73
بابِ پنجم	سرکارِ دو عالم ﷺ کی قوتِ سماعت کے بارے میں علماء کے فرامینِ عالیہ	164
بابِ ششم	استمداد واستعانت اور نداء از بعید کے متعلق شبہات کا ازالہ	170
بابِ ہفتم	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشکل کشا ہونے اور **یا علی** پکارنے کا ثبوت	195

تفصیلی فہرست

بابِ اول: ندائے یارسول اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں:

پہلی دلیل	15	دوسری دلیل	18
تیسری دلیل	18	چوتھی دلیل	20
پانچویں دلیل	21	چھٹی دلیل	21
ساتویں دلیل	23	آٹھویں دلیل	23
تشہد میں سلام......حکایت یا انشاء	23	نویں دلیل	36
دسویں دلیل	37	گیارھویں دلیل	39
بارھویں دلیل	40	تیرھویں دلیل	40
چودھویں دلیل	41	پندرھویں دلیل	42

بابِ دوم: ندائے یارسول اللہ اکابر علماء رضی اللہ عنہم کے اقوال کی رشنی میں:

امام رملی کا فرمان	43	صاحبِ فتاوی خیریہ کا ارشاد	43
امام جمال بن عبداللہ مکی کا فرمان	44	سیدنا غوث اعظم کا ارشاد	44
شیخ شمس الدین حنفی کا فرمان	45	شیخ ابوموسی عمران کا قول	45
حضرت محمد بن فرغل کا ارشاد	46	شیخ شمس الدین حنفی کی کرامت	46
امام بوصیری کا ارشاد	47	شیخِ محقق اور شیخ بہاوالحق کے ارشادات	47

سیدی مدین بن احمد اشمونی کا فرمان	48	امام نسفی اور علامہ تفتازانی کے ارشادات	49
مجدد الفِ ثانی کا فرمان	49	سیدی محمد غمری کا فرمان	50
مولانا جامی کا قول	51	علامہ شامی کا فرمان	51
شاہ ولی اللہ کا ارشادِ پاک	51	شیخ سعدی کی کرامت	51
مولانا جامی کا دوسرا ارشاد	54	سیدنا زروق کا فرمان	55

تیسرا باب: ندائے یارسول اللہ علمائے دیوبند کے اقوال کی روشنی میں

رشید احمد گنگوہی صاحب کا فرمان	57	انور شاہ صاحب کشمیری کا قول	57
گنگوہی صاحب کا دوسرا فرمان	58	حسین احمد مدنی کے اقوال	59
حاجی امداد اللہ صاحب کے فرامین	62	قاسم نانوتوی کا قول	62
تھانوی صاحب کا فرمان	62	حاجی صاحب کی کرامت	63
شاہ عبدالعزیز کا فرمان	64	حضرت محمد شِشینی کی کرامت بزبان تھانوی صاحب	66
ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت	66	حضور غوثِ اعظم اور شاہ نقش بند رضی اللہ عنہما کی کرامات	68
قاسم نانوتوی کی کرامت	69	تھانوی صاحب کا ارشاد	71
حاجی امداد اللہ صاحب کا فرمان	72		

بابِ چہارم: انبیاء واولیاء کے دور سے سننے کے بیان میں

پہلی دلیل	73	دوسری دلیل	75
حدیثِ قدسی ﴿کنت سمعہ﴾ کی تشریح اکابر دیوبند کی زبان سے	79	تیسری دلیل	81
نبی مکرم ﷺ کی احوالِ امت سے واقفیت	86	چوتھی دلیل	89
پانچویں دلیل	92	چھٹی دلیل	95
معجزہ اور کرامات کے صدور میں انبیاء واولیاء کے ارادے کا دخل	111	ساتویں دلیل	117
آٹھویں دلیل	117	نویں دلیل	118
دسویں دلیل	119	حدیثِ معاذ بن جبل کے بارے میں سرفراز صاحب کے شبہات کا ازالہ	119
گیارھویں دلیل	122	دور سے سننے کی نفی پر پیش کردہ آیات کا صحیح محمل	123
بارھویں دلیل	128	تیرھویں دلیل	129
چودھویں دلیل	129	پندرھویں دلیل	130
سولھویں دلیل	131	حدیث پاک ﴿بلغنی صوتہ﴾ کے حق تھانوی صاحب کے شبہات کا ازالہ	131
سترھویں دلیل	145	اٹھارھویں، انیسویں دلیل	148

بابِ پنجم: سرکارِ دوعالم ﷺ کی قوتِ سماعت کے بارے میں علماء کے اقوال

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور شاہ عبد العزیز کا ارشاد	164	ملا علی قاری کا فرمان	164
سرفراز صاحب کی عقل و خرد سے بے گانگی	165	علامہ خفاجی کا قولِ مبارک	167
امام قسطلانی کا فرمان	167	شیخ محقق کا ارشاد	168
خواجہ معین الدین چشتی کا فرمان	168	خواجہ بہاوالدین نقشبند کا فرمان	169

بابِ ششم: استمداد و استعانت اور نداءِ بعید سے متعلق شبہات کا ازالہ

پہلے شبہ کا ازالہ	170	دوسرا شبہ اور اس کا رد	171
تیسرے شبہ کا ازالہ	175	چوتھا شبہ	177
ایک نفیس بحث......من دون اللہ کے مفہوم کا تعین	179	پانچویں شبہ کا ازالہ	187
چھٹے شبہ کا ازالہ	190	ساتویں شبہ کا ازالہ	191
آٹھویں شبہ کا ازالہ	193		

باب ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکل کشا ہونے اور یا علی پکارنے کا ثبوت

پہلی دلیل	195	دوسری دلیل	195
تیسری دلیل	196	چوتھی دلیل	197
پانچویں دلیل	199	چھٹی دلیل	200
ساتویں دلیل	201	آٹھویں دلیل	202
نویں دلیل	202	دسویں دلیل	203
گیارھویں دلیل	203	بارھویں دلیل	204
تیرھویں دلیل	205	چودھویں دلیل	205
پندرھویں دلیل	206	سولہویں دلیل	207
سترھویں دلیل	208	اٹھارھویں دلیل	210
انیسویں دلیل	211	بیسویں دلیل	211
اکیسویں دلیل	212	بائیسویں دلیل	213
تیئیسویں دلیل	213	چوبیسویں دلیل	214
پچیسویں دلیل	215	چھبیسویں دلیل	216

کلماتِ تحسین

مولانا پروفیسر حافظ محمد اشفاق جلالی زید مجدہ

عمدۃ الاذکیاء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ کے لائقِ افتخار فرزند، حضرت علامہ غلام نصیر الدین سیالوی بارک اللہ فی علمہ وعملہ کی نئی تصنیف [تنبیہ الغفول] کو چند مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت صاحب زادہ صاحب نوجوان علماء میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں، مطالعہ، کتب بینی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، اور وہ اپنے والدِ گرامی کے نقشِ قدم پہ چل کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ نہایت احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور اصول حدیث پر صاحب زادہ صاحب کی گہری نظر ہے احباب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ میدانِ تدریس میں بھی اپنے جوہر دکھا رہے ہیں۔

اس سے پہلے ان کی مدلل اور ٹھوس تحریر [عباراتِ اکابر کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ (دو مجلدات میں)] اہلِ علم سے سندِ قبول حاصل کر چکی ہے۔

پیشِ نظر تحریر میں ندائے یارسول اللہ ﷺ، توسل، استغاثہ اور استمداد و استعانت جیسے

مسائل کو بڑے خوب صورت انداز میں قرآن وحدیث اور اکابر محدثین ومفسرین کے اقوال کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ معترضین کے اعتراضات واشکالات کے تحقیقی جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ پیشِ نظر کتاب موضوع کے تقریباً تمام پہلوؤں کی جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو تمام اہلِ اسلام کے لیے نافع بنائے اور حضرت مؤلف حفظہ اللہ کی عمر وصحت اور علم وعمل میں برکتوں سے نوازے۔ آمین

بزمِ شیخ الاسلام کے تمام اراکین اس گراں قدر تصنیف کی اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ بزم نے انتہائی قلیل مدت میں اشاعتی میدان میں قابلِ تحسین پیش قدمی کی ہے۔ آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب [فوز المقال فی خلفاء پیر سیال] (جلد ثالث) [فوائدِ مکیہ] پر استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی زید مجدہ کے حاشیہ [لمعاتِ شمسیہ] کی اشاعت اور [ضیائے اسلام] کے عنوان سے مجلّہ کا تسلسل کے ساتھ اجراء قابلِ قدر کوشش ہے۔

استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی زید مجدہ کے تلامذہ نے بزمِ شیخ الاسلام کے پلیٹ فارم سے جو کام شروع کیا ہے وہ دیگر اداروں کے فضلاء کے لیے بھی قابلِ تقلید ہے۔

کچھ کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں

محمد سہیل احمد سیالوی
خادم بزمِ شیخ الاسلام پاکستان

شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔آپ نے مسلکی، ملکی اور سیاسی حوالے سے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے والے ہر فرد کی اس نہج پر تربیت فرمائی کہ کل آنے والے وقت میں وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکے۔آپ کی مجلس صرف کم علم مریدین کی تربیت گاہ نہ تھی بلکہ علماء وفضلاء بھی وہاں آکر کسبِ فیض کرتے تھے۔شیخ الحدیث امام العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ وادام اللہ ظلہ علی رؤوسنا کی ذاتِ بابرکات حضور شیخ الاسلام کی جوہر شناسی، فیضانِ نظر اور حسنِ تربیت کا ایک حسین کرشمہ ہے۔آپ نے گزشتہ چالیس برس میں تدریس، تصنیف اور تقریر کے میدانوں میں لازوال خدمات سرانجام دی ہیں۔

یہ بات انتہائی خوش آئند ہے کہ آپ کے صاحبزادگان نہ صرف یہ کہ آپ کے ورثہ علمی کے امین ہیں بلکہ اگر توفیقِ ایزدی شاملِ حال ہو تو اس میں بہت کچھ ترقی کرنے کی استعداد بھی

رکھتے ہیں، بالخصوص استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین سیالوی زید مجدہ علم وفضل، وسعتِ مطالعہ، زورِ استدلال جیسی قابلِ رشک صفات سے موصوف ہیں۔ اللہ تعالی انہیں نظرِ بد سے محفوظ رکھے اور امام العلماء زید مجدہ کے روحانی اور نسبی ابناء کو ان کا مشن زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بزمِ شیخ الاسلام کے تیسرے سالانہ تربیتی کنونشن اور شیخ الاسلام کانفرنس کے موقعہ پر اہلِ علم کے سامنے یہ علمی ارمغان پیش کرتے ہوئے میرا سر خالقِ اکبر کی بارگاہ میں خم ہے جس نے ہمیں یہ توفیق مرحمت فرمائی۔ میں بزمِ شیخ الاسلام کے تمام اراکین کا ممنون ہوں جن کے بے لوث جذبے، مالی اور بدنی قربانیوں اور دعواتِ صالحہ کی بدولت ہم خدمتِ دین کی اس ادنیٰ سی کوشش میں کام یاب ہو سکے۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاء الذی کان نبیا وادم بین الطین والماء وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین.

حمد وصلوٰۃ کے بعد گزارش یہ ہے کہ اہلِ سنت اور علماء دیوبند کے درمیان کافی مسائل متنازعہ ہیں، انہی مسائل میں سے ایک ندائے یارسول اللہ ﷺ کا مسئلہ بھی ہے۔ حضرات دیوبند ندائے یارسول اللہ ﷺ کو شرک قرار دیتے ہیں جب کہ اہل سنت حضرات کے نزدیک یہ ایک مستحسن کام ہے۔ تعصب سے قطع نظر، بنظرِ حقیقت بیں سے اگر اس مسئلہ کو دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دیوبندی حضرات نے اس مسئلے کو خواہ مخواہ مابہ النزاع بنا رکھا ہے حالانکہ اس کا جواز قرآن وسنت، اقوال علماء اور خود دیوبندی حضرات کے اکابر کے ارشادات سے ثابت ہے، جیسا کہ ہم ابھی تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

ہم پوری دیانت داری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ندائے یارسول اللہ اور اس جیسے کئی مسائل کو اچھالنے سے علماء دیوبند کا اصل مقصد یہ ہے کہ بنیادی اختلاف سے عوام کی توجہ ہٹائی جائے۔ ہمارا اور اُن کا اصل اختلاف ان گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ہے جن کی بناء پر نہ صرف سینکڑوں کی تعداد میں علمائے پاک و ہند نے بلکہ علماء حرمین شریفین نے بھی ان کی تکفیر کی ہے، جیسا کہ امامِ اہلسنت، غزالی زماں، رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب [الحق المبین] میں فرماتے ہیں:

"حضرات دیوبند اور اہل سنت کے درمیان نزاع کا باعث وہ عبارتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور محبوبانِ خداوندی کی صریح توہین پائی جاتی ہے جب تک علماء دیوبند ان عبارتوں سے تائب نہیں ہوں گے اہل سنت ان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔"

لیکن دیوبندی حضرات عوام الناس کی توجہ اصل نزاع سے ہٹانے کی خاطر آئے دن

نور بشر، حاضر ناظر، علم غیب اور ندائے غیر اللہ کے موضوع پر مناظرے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں، مجبوراً سنی حضرات کو ایسے مسائل پر بھی قلم اٹھانا پڑتا ہے تاکہ اہل سنت حضرات ان کی تقریروں اور تحریروں سے گمراہ نہ ہوں اس لئے قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ انتہائی غور وفکر کے ساتھ آئندہ صفحات میں آنے والے دلائل کا مطالعہ کریں اور حق و باطل میں امتیاز فرمائیں۔

بابِ اول

ندائے یا رسول اللہ ﷺ کا جواز قرآن و حدیث کی روشنی میں

ندائے یا رسول اللہ کے جواز پر پہلی دلیل:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (النور:۶۳) نبی کریم ﷺ کے پکارنے کو ایسے نہ سمجھو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جب مقید پر نفی یا نہی وارد ہو تو وہ نفی یا نہی قید کی طرف لوٹتی ہے، اس قاعدے کی رو سے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی پاک ﷺ کو پکارو لیکن ادب و احترام کے ساتھ، تعظیم و تکریم کے تقاضے ملحوظِ خاطر رکھ کر۔

اگر مطلق پکارنا منع ہوتا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ﴿لاتنادوا الرسول لاتدعوا الرسول﴾ "رسول کو نہ پکارو" یا "رسول کو ندا نہ دو" لیکن سیاق کلام سے واضح ہے کہ نبی پاک ﷺ کو ندا کرنے سے روکنا مقصود نہیں بلکہ آپ ﷺ کی بارگاہِ رفیع کے آداب اور آپ ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کے انداز کی تعلیم دینا مقصود ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں علماء مفسرین کے ارشادات:

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں ﴿بان تقولوا یارسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ﴾ "یعنی نبی مکرم ﷺ کو عام لوگوں کی طرح نہ پکارو بلکہ یارسول اللہ اور یا حبیب اللہ کے مودب الفاظ استعمال کرو"

تخریج:

مندرجہ بالا تفسیر درج ذیل تفاسیر میں موجود ہے

(۱) حاشیہ شہاب علی البیضاوی (۲) شیخ زادہ علی البیضاوی (۳) تفسیر صاوی علی الجلالین (۴) جمل علی الجلالین (۵) تفسیر خازن (۶) علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف شرح السنہ کی تفسیر معالم التنزیل (۷) علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف (۸) علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر (۹) علامہ ابن جوزی کی تفسیر زادالمسیر (۱۰) ابن جریر طبری کی تفسیر (۱۱) علامہ نظام الدین نیشا پوری کی تفسیر غرائب القرآن (۱۲) امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر کبیر (۱۳) تفسیر مظہری (۱۴) تفسیر قرطبی (۱۵) تفسیر البحر المحیط (۱۶) تفسیر روح المعانی (۱۷) تفسیر حسینی (۱۸) روح البیان (۱۹) درِّ منثور (۲۰) تفسیر عثمانی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

یہاں اشکال یہ ہے کہ اس آیت کی دو تفسیریں اور بھی ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی پاک ﷺ تم کو پکاریں تو آپ کے پکارنے کو ایسا نہ سمجھو جیسے ایک دوسرے کے پکارنے کو سمجھتے ہو تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو پکارے تو پکارے جانے والے کی مرضی ہے کہ پکارنے پر آئے یا نہ آئے، لیکن نبی پاک ﷺ تم کو بلائیں تو پھر تمہیں یہ اختیار نہیں ہے کہ تم مصطفےٰ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری نہ دو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نبی پاک ﷺ کی دعا کو ایسا نہ سمجھو جیسے ایک دوسرے کی دعا کو سمجھتے ہو، تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے حق میں یا اُس کے خلاف دعا کرے تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے لیکن نبی پاک ﷺ کی دعا کی قبولیت یقینی اور جزمی امر ہے۔

اشکال یہ ہے کہ جب اس آیت کی دو تفسیریں اور بھی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ﴿اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال﴾ "جس چیز میں کئی احتمال ہوں اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا" تو اہل سنت کا اس آیت سے استدلال باطل ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی آیات کے اندر بھی اس قاعدہ کو جاری کر دیا جائے تو کسی آیت سے بھی استدلال صحیح نہیں رہے گا الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ مفسرین کرام ہر آیت کی کئی تفسیریں ذکر کرتے ہیں، اسی اشکال کا جواب دیتے ہوئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی بیضاوی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک ہوتا ہے استدلال باحد التفسیرین اور ایک ہے استدلال باحد المحتملین ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ:

جو آیت کریمہ استدلال میں پیش کی گئی ہے اس کا تعلق تو نبی پاک ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ سے ہے اور خطاب صحابہ کرام کو ہے، لہٰذا نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو پکارنے پر اس آیت سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ یہ امر تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی پاک ﷺ پوری نسل انسانی کے رسول ہیں کما قال تعالیٰ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (سبا:۲۸) تو پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا﴾ بھی پوری امت کو شامل ہوگا!

اگر یہ طرزِ استدلال اختیار کیا جائے کہ اس آیت کریمہ کے مخاطب صرف صحابہ کرام ہیں لہذا یہ حکم صرف ظاہری حیاتِ طیبہ تک محدود تھا، تو پھر آیت کریمہ ﴿أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (البقرۃ:۴۳) نیز آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب:۵۶) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا اس میں نماز و زکوٰۃ اور صلوٰۃ و سلام کا جو حکم دیا گیا اس کے مخاطب بھی صرف صحابۂ کرام ہیں؟ اور کیا یہ احکام بھی صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خاص ہوں گے اور بعد میں آنے والی امت ان

احکامات کی پابند نہیں؟فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی [شرح شفا شریف] میں فرماتے ہیں ﴿بان تقولوا یا رسول اللہ یا حبیب اللہ فی حیاتہ وبعد وفاتہ فی جمیع مخاطباتہ﴾ ''آپ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی اور بعد از وفات بھی تمام مخاطبات کے اندر آپ کو یارسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو''

ندائے یارسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر دوسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿واما التسلیم فھو ان یقال السّلام علیک ایّھا النبی السلام علیک یارسول اللّٰہ﴾

ترجمہ: بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنے کی صورت یہ ہے کہ کہا جائے: السلام علیک ایھا النبی السلام علیک یا رسول اللہ (شعب الایمان ۲/۲۲۰)

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر تیسری دلیل:

صحابئ رسول حضرت عبد اللہ ابنِ عمر کا عقیدہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم کیا ہے ﴿باب ما یقول الرجل اذا خدرت رجلہ﴾ ''جب کسی آدمی کا پاؤں سن ہو جائے تو وہ کیا کہے'' اس باب میں انہوں نے ایک حدیث بیان کی ہے ہم وہ حدیث بمع سند پیش کرتے ہیں:

﴿حدثنا ابو نعیم حدثنا سفیان قال حدثنا ابو اسحٰق قال حدثنا عبدالرحمن ابن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقیل لہ اذکر احب النّاس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت﴾ (الادب المفرد ص ۱۴۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا، ان سے عرض کیا گیا کہ آپ اس ہستی کو یاد کریں جو آپ کو ہر انسان سے زیادہ محبوب ہے انہوں نے یا محمداہ ﷺ پکارا تو ان کا پاؤں مبارک ٹھیک ہوگیا۔

ائمۂ حدیث کی عدالت میں:

ائمۂ حدیث نے اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو تقریب التھذیب، تھذیب التھذیب، تھذیب الکمال اور سیر اعلام النبلاء۔

معاندین کے سربراہ مولوی سرفراز گکھڑوی اپنی کتاب [گلدستہ توحید] میں باوجود انتہائی کوشش کے امام بخاری کی سند کے کسی راوی کو مجروح ثابت نہیں کر سکے بلکہ کسی راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کی طرف سے جرح کا کوئی ایک کلمہ بھی پیش نہیں کر سکے۔

تخریج:

یہ حدیث مبارکہ [شفاشریف] کے اندر بھی موجود ہے، علامہ جزری نے اس کو [حصنِ حصین] میں نقل کیا ہے اور حصنِ حصین کے بارے میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، امام نووی نے [کتاب الاذکار] میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور اس کتاب کے مقدمہ میں ارشاد فرمایا کہ غالباً میں اس کتاب میں صحیح حدیثیں ہی بیان کروں گا۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ کو حرف یا کے ساتھ پکارنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ ناجائز یا شرک ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اس کا ارتکاب نہ فرماتے، فیض یاب بارگاہِ رسالت حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے مشکل وقت میں ﴿ یا محمداہ ﴾ کا نعرہ لگا کر اہلِ سنت کے اس عقیدہ پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے، محبتِ صحابہ کے دعوے داروں سے بصد ادب گزارش ہے کہ صحابہ والے نظریات بھی اپنائیں ورنہ آپ کے یہ دعوے کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ملاّ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ [شرح شفا] میں فرماتے ہیں ﴿کانه قصداظهار المحبة في ضمن الاستغاثه﴾ ''حضرت عبداللہ ابنِ عمر نے ﴿یا محمداه﴾ کہہ کر بارگاہِ رسالت سے استغاثہ بھی کیا اور ضمناً اظہارِ محبت بھی فرمایا''

علامہ شہاب الدین خفاجی [نسیم الریاض] میں فرماتے ہیں ﴿هٰذا مماتعاهده اهل المدينة ووقع مثله لابن عباس رضي الله عنهما﴾

''یہ (نبی مکرم ﷺ کو پکارنا) اہلِ مدینہ کا معمول تھا ایسا ہی واقعہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی پیش آیا'' (نسیم الریاض ۳/۳۵۵)

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر چوتھی دلیل:

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے! نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا تم وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھو اور یہ دعا مانگو

﴿اللّٰهم انی اسئلک واتوجّه اليک بنبيّک محمّد نبی الرحمة يا محمد انی اتوجّه بک الیٰ ربی فی حاجتی هٰذه لتقضٰی لی اللهم فشفعه فیّ﴾

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں آپ کے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے جو نبیِ رحمت ہیں، اور اے محمد ﷺ میں آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ! نبی پاک ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!

جب وہ یہ دعا مانگ کر اٹھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی بحال فرما دی۔

تخریج/ائمۂ حدیث کی عدالت میں:

یہ حدیث پاک [مشکوۃ شریف] اور [ترمذی شریف] میں موجود ہے اور امام ترمذی

اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں ﴿ھذا حدیث حسن صحیح﴾ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب [دلائل النبوۃ] میں نقل کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے، ابن ماجہ نے [سنن ابن ماجہ] میں نقل کر کے فرمایا ﴿ھذا حدیث صحیح﴾ (ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۱۰۰)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے اپنی [مسند] میں اس کو نقل فرمایا، قاضی شوکانی [نیل الاوطار] میں فرماتے ہیں کہ مسند امام احمد کی سب حدیثیں صحیح ہیں، امام نسائی نے اس کو اپنی کتاب [عمل الیوم واللیلۃ] میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (سنن کبری للنسائی جلد نمبر ۳) قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے اس کو [شفا شریف] میں نقل فرمایا ہے، امام حاکم نے [مستدرک علی الصحیحین] میں اس حدیث کو تین جگہ نقل کر کے فرمایا:

﴿ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین﴾ (مستدرک ۱/۴۵۸)

ندائے یارسول اللہ کے جواز پر پانچویں دلیل:

جنگ یمامہ میں مسلمان لڑ رہے تھے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ مقابلہ تھا، جب شکست کے آثار نمودار ہونے لگے تو صحابۂ کرام نے ﴿یا محمداہ﴾ کا نعرہ لگایا تو ان کی شکست فتح سے بدل گئی۔ (البدایہ والنہایہ ۶/۲۶۰)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام سرکار ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کو حرف ﴿یا﴾ کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور مشکلات میں حضور ﷺ سے استغاثہ کرنا جائز سمجھتے تھے اگر یہ چیز شرک ہوتی تو صحابہ کرام ہرگز اس کے مرتکب نہ ہوتے۔

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر چھٹی دلیل:

[معجم صغیر طبرانی] میں حدیث پاک ہے کہ نبی پاک ﷺ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں وضو فرما رہے تھے، یکا یک آپ نے فرمایا ﴿نُصِرْتَ نُصِرْتَ﴾ "تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی" حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ آپ

کس کو ﴿نصرت نصرت﴾ فرما رہے تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنوخزاعہ کے ایک آدمی نے مجھ سے فریاد کی اور استغاثہ کیا کہ بنو بکر نے ان پر حملہ کر دیا، تو میں نے اس کی پکار کا جواب دیتے ہوئے ﴿نصرت نصرت﴾ فرمایا (گویا سرکار ﷺ نے اس کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا)

ائمہ محدثین کی عدالت میں:

معجم صغیر طبرانی کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن نضلہ ہے جو کہ ضعیف ہے، لیکن [مسند بزار] کی جو سند ہے اس کے بارے میں امام قسطلانی [مواہب لدنیہ] میں فرماتے ہیں کہ وہ سند حسن بھی ہے اور متصل بھی۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ سرکا ﷺ دور سے سن بھی سکتے ہیں اور نداء کرنے والے کی فریادرسی بھی کرتے ہیں۔

تخریج:

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو [فتح الباری] میں نقل فرمایا ہے اور جس حدیث کو وہ اس کتاب میں نقل کر کے سکوت کریں، وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر نے [فتح الباری] میں اس کو نقل کر کے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی لھذا اس اصول کیوجہ سے یہ حدیث حسن ہے۔ [مدارج النبوت] میں بھی یہ حدیث موجود ہے (ملاحظہ ہو مدارج النبوت ۲/۲۸۲) حافظ ابن حجر نے [الاصابہ فی تمیز الصحابہ] کے اندر بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے (ملاحظہ ہو الاصابہ ۲/۵۳۶) انہوں نے اس راجز کا نام بھی لکھا ہے کہ اس پکارنے والے کا نام عمرو بن کلثوم خزاعی تھا۔

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر ساتویں دلیل:

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے تو اہلِ مدینہ کی جو کیفیت تھی اسے کتب حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، آیئے ملاحظہ کرتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے ﴿صعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

ترجمہ: عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پہ چڑھ گئے، بچے اور خادم گلیوں میں نکل گئے، سب ﴿یا محمد یا رسول اللہ﴾ پکار کر کہہ رہے تھے (مسلم شریف ۲/۴۱۹)

اگر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہوتا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ٹوک دیتے، کیونکہ مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی لیے ہوئی ہے کہ اگر آپ کے سامنے غلط کام کیا جائے تو آپ منع فرمائیں اور اگر آپ کے سامنے برائی کا ارتکاب کیا جائے اور آپ منع نہ فرمائیں تو امورِ دینیہ میں مداہنت لازم آتی ہے جو ہرگز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں ہے۔

تشہد میں سلام بطورِ حکایت ہے یا بطورِ انشاء......ایک علمی بحث

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر آٹھویں دلیل:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿اذا قعد احدکم فی صلوتہ فلیقل التحیات للّٰہ والصّلوٰت والطیّبات السّلام علیک ایّھا النبیّ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السّلام علینا وعلٰی عباد اللّٰہ الصّٰلحین اشھد ان لاالٰہ الّا اللّٰہ واشھد انّ محمدا عبدہ ورسولہ﴾ یہ حدیث پاک حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عباس دونوں سے مروی ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں

﴿کان النبیّ یعلّمنا التشھّد کما یعلّمنا السورۃ من القرآن﴾ نبی پاک

ﷺ ہمیں تشھد اسی طرح تاکیدی انداز میں سکھلاتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کی سورت سکھلاتے تھے۔ ابن مسعود یہ بھی فرماتے ہیں ﴿علمنی رسول اللہ ﷺ التشھد و کفی بین کفیہ﴾ "مجھے رسول کریم ﷺ نے تشھد اس حالت میں سکھلایا کہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی"

تخریج:

یہ حدیث پاک درج ذیل مستند کتب حدیث میں موجود ہے:

شرح السنہ، الفتح الربانی، مشکوۃ شریف، بخاری شریف، مسلم شریف، ابن ماجہ، ابو دائود شریف، نسائی شریف، ترمذی شریف، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند ابو عوانہ، ابو دائود طیالسی، مسند امام احمد، دار قطنی، سنن بیھقی، شرح معانی الآثار، کنز العمال، مسند ابو یعلی، مستدرک علی الصحیحین، سنن دارمی، سنن سعید ابن منصور، معجم کبیر طبرانی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، نسیم الریاض، موطاامام مالک، موطاامام محمد

وجہِ استدلال:

اس حدیث پاک سے ہمارا استدلال اس جملہ سے ہے جو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تشھد پڑھو تو اس میں ﴿السلام علیک ایھا النبیّ﴾ بھی کہو جس کا مطلب ہے "اے نبی آپ پر سلام ہو" اور جتنے بھی کلمہ گو نماز پڑھتے ہیں وہ ان الفاظ کو ادا کرتے ہیں، اگر نبی پاک ﷺ کو پکارنا شرک ہے تو کیا علماء دیوبند کے نزدیک نماز جیسی اہم ترین عبادت شرکیہ کام پر مشتمل ہے، جس میں نمازی ہاتھ باندھ کر ﴿ایاک نعبد﴾ کہہ رہا ہے اسی نماز میں کیا وہ شرک کا ارتکاب بھی کر رہا ہے؟ بریں عقل و دانش بباید گریست!

تشہد پڑھنا نماز میں واجب ہے اور تشہد ان کلمات پر مشتمل ہے، تو کیا ایک چیز بیک وقت شرک بھی اور واجب بھی ہو سکتی ہے؟ یا ایسا ہونا ممکن ہے کہ ایک کام نماز سے باہر شرک ہو اور نماز میں واجب ہو جائے؟ علماء دیوبند خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ فرمائیں!!!

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں ﴿السلام علیک ایھا النبیّ﴾ حکایت کی نیت سے پڑھا جاتا ہے کیونکہ معراج کی رات نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿السلام علیک ایھا النبیّ ورحمة اللہ وبرکاتہ﴾ لہذا ہم بھی انہی الفاظ کو دہراتے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے سلام پیش کرنے کے ارادے سے آپ کو پکارتے ہیں؟

اس شبہ کے علماء اعلام نے بہت سے جواب دیے ہیں:

جواب نمبر 1: اس بارے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ جس روایت میں آتا ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرمایا ﴿السلام علیک ایّھا النّبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ﴾ اس روایت کے بارے میں دیوبندیوں کے محدث کبیر اور امام العصر مولوی محمد انور کشمیری [العرف الشذی] میں کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند نہیں ہے، جس روایت پر مانعین نے حکایت کی بنیاد رکھی ہے جب اسکی سند ہی نہیں تو اس پر دارومدار رکھتے ہوئے حکایت کا دعویٰ کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے جو صرف علمائے دیوبند کو ہی زیب دیتا ہے۔

نمبر 2: ہمارا استدلال تو اس صحیح حدیث سے ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے تشہد سکھایا تو اس کے اندر یہ کلمات بھی تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تشہد میں بیٹھے تو یہ الفاظ پڑھے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد اپنی طرف سے ہی قولی بدنی اور مالی عبادات کے تحائف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اور سلامتی اور رحمت وبرکات کی طلب وتمنا کا نذرانہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنا مقصود ہے اور اسی کا اہل ایمان کو مکلف ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ اپنے لئے اور تمام صالح بندوں

کیلئے سلامتی طلب کرنے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔

نیز حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے دو حکم ارشاد فرمائے ہیں سلام بھیجو اور صلوۃ بھیجو، سلام کو تو ہم نے پہچان لیا ہے کہ اس سے مراد وہی ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ﴾ یہ فرمایئے صلوۃ سے کیا مراد ہے؟ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿قولوا اللھم صل علیٰ محمّد وعلیٰ ال محمّد﴾ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔

صحابہ کرام کے سوال سے ثابت ہوا کہ ﴿السلام علیک ایھا النبی﴾ پڑھنا آیت کریمہ پر عمل ہے، کیونکہ اسی آیتِ کریمہ پر عمل کرنے کے لیے انہوں نے یہ سوال کیا تھا۔ اور آیتِ کریمہ پر عمل تب بنے گا جب اپنی طرف سے سلام پیش کیا جائے کیوں کہ آیت میں اپنی طرف سے صلوۃ و سلام پیش کرنے کا حکم ہے نہ کہ حکایت کا۔

نمبر 3 تیسری گزارش یہ ہے کہ صحابہ کرام تشہد میں کہا کرتے تھے ﴿السلام علی جبرئیل ،السلام علی میکائیل، السلام علی اللہ﴾ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلامتی ہے (لہذا السلام علی اللہ کہنے کی بجائے) تم یوں کہا کرو ﴿السلام علیک ایّھا النبیّ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصّٰلحین. اذا قال احدکم ذٰلک اصابت کل عبد صالح للّٰہ فی السماء والارض﴾

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی یہ کلمات کہے گا تو زمین و آسمان میں اللہ کے جتنے بھی نیک بندے ہیں ان سب کو یہ دعا شامل ہو جائے گی۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب صحابہ کرام ﴿السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل﴾ کہتے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ بطور انشاء کہتے تھے نہ کہ بطور حکایت اور جب نبی پاک ﷺ نے

ان کلمات کی جگہ انہیں یہ تشہد والے کلمات سکھائے تو ان میں بھی انشاء والی نیت معتبر ہوگی نہ کہ انہیں بطورِ حکایت پڑھنا مقصود ہے۔

نمبر 4 نیز آخر میں جو یہ جملہ ہے کہ ﴿جب تشہد پڑھنے والا یہ سلام پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو چاہے وہ زمین میں ہو یا آسمان میں یہ سلام پہنچ جائے گا﴾ یہ الفاظ بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ بطورِ انشاء سلام بھیجنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو سلام تبھی پہنچے گا جب بطور انشاء ہوگا نہ کہ جب بطور حکایت ہو۔ فافھم وتدبر ولا تکن من الغافلین .

نمبر 5 نیز ہم مانعین سے پوچھتے ہیں کہ جب ﴿السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصّٰلحین﴾ پڑھتے ہو تو انشاء کی نیت کرتے ہو یا نہیں؟ تو جب اپنے اوپر سلام بھیجنا ہو تو انشاء کا قصد کر لیتے ہو اور جب نبی پاک ﷺ پر سلام بھیجنے کی باری آئے تو حکایت کی نیت کر لیتے ہو اس تفریق کی کیا وجہ ہے؟ نیز جب تم ﴿التحیات للہ والصّلوٰت﴾ پڑھتے ہو اس وقت بھی انشاء کی نیت کرتے ہو اور جب ﴿اللھم صل علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد﴾ پڑھتے ہو اس وقت بھی انشاء کی نیت کرتے ہو جب ﴿اللھم بارک علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد﴾ پڑھتے ہو اس وقت بھی انشاء کی نیت کرتے ہو ﴿رب اجعلنی مقیم الصّلوٰۃ ومن ذرّیتی ربّنا وتقبّل دعاء ربنااغفرلی ولوالدیّ وللمومنین یوم یقوم الحساب﴾ پڑھتے وقت بھی انشاء کی نیت کرتے ہو، یہ نیت نہیں کرتے کہ ابراھیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی ہم اس کی حکایت کر رہے ہیں، اور آخر میں ﴿السلام علیکم ورحمۃ اللہ﴾ کہتے ہو اس وقت بھی مقتدیوں کو بالقصد اپنی طرف سے سلام دیتے ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ پورے التحیات کے اندر جب اتنے مقامات پر نیتِ انشاء ہے تو ﴿السلام علیک ایھا النبی﴾ والے کلمات میں انشاء کیوں نہیں ہوگا؟ جن مقتدیوں سے چند سکے تنخواہ ملے ان کو تو بالقصد اپنی طرف سے سلام دیا جائے

اور جن کا کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کیا جائے جب ان کو سلام دینے کی باری آئے تو حکایت کی نیت کر لی جائے اور اپنی طرف سے یہ دعا اور تمنا نہ کی جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سلامتی رحمت اور برکات حاصل ہوتی رہیں؟ کیا دیوبند کے دین میں امتی ہونے کا حق اسی طرح ادا کیا جاتا ہے؟

ایک اور شبہ کا ازالہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ زندہ تھے تو ہم پڑھتے تھے ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم ﴿السلام علی النبی﴾ پڑھنے لگے۔ لہذا تشہد والی حدیث کو دلیل نہیں بنا سکتے؟

اس روایت سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ ہی پڑھتے تھے خواہ نزدیک ہوتے تھے یا دور دراز علاقوں میں نمازیں ادا کرتے تھے، اس سے اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ثابت ہو گیا کہ دور سے اور غائبانہ ندا دینا اور پکارنا جائز ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دور دراز علاقوں میں نمازیں ادا کرنے والے صیغۂ خطاب استعمال نہ کریں لہذا اگر علمائے دیوبند اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ کریں اور اہلِ سنت والا عقیدہ اپنائیں!

رہا حضرتِ عبداللہ بن مسعود کا فرمان تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعد میں جو تبدیلی کی گئی وہ بعض صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد تھا اور امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں ﴿قول الصحابی حجة مالم ینفه شیء من السنه﴾ "صحابی کا قول اس وقت تک حجت ہوتا ہے جب تک مرفوع حدیث اور سنت ثابتہ اس کے خلاف نہ ہو"

اگر سنتِ ثابتہ اور حدیث مرفوع کے خلاف ہو تو حجت اور دلیل نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے تو نہیں فرمایا کہ میری ظاہری حیات طیبہ کے اندر تم ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ پڑھنا اور

میرے وصال کے بعد ﴿السلام علی النبی﴾ پڑھنا شروع کر دینا، نبی پاک ﷺ نے تو سب کیلئے عام حکم ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی تشہد پڑھے تو یہی تشہد پڑھے، میرے قریب ہو یا مجھ سے دور ہو اور میری حیاتِ دنیویہ میں پڑھے یا وصال کے بعد۔ اور عام کو اپنے عموم پر اور مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا لازم اور ضروری ہوتا ہے جب تک اس کے پایہ اور درجہ کا تخصیص اور تقیید پر دلالت کرنے والا مُخَصِّص اور مُقَیِّد موجود نہ ہو، اور وہ یہاں موجود نہیں! لہذا یہ حدیثِ پاک عام ہے اور اس کے مقابلے میں صحابی کا اجتہاد حضت نہیں بن سکتا!

نمبر 6 جس روایت کے میں آتا ہے کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد ﴿السلام علی النبی﴾ پڑھنا شروع کر دیا، یہ مسند ابوعوانہ کی روایت ہے۔ بخاری شریف میں اسی مفہوم کی جو روایت ہے وہ اس سے اصح ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں ﴿فلمّا قبض رسول الله ﷺ قلنا السلام﴾

یہاں دونوں احتمال ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کی ظاہری زندگی کے اندر بھی ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ پڑھتے تھے، کیونکہ اصول اور قاعدہ یہی ہے کہ جب مُعَرَّف بِاللّام کو معرفہ کر کے لوٹایا جائے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے جس طرح ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا﴾ (الانشراح:۵،۶) میں دونوں جگہ ﴿العسر﴾ سے مراد ایک ہی تنگی ہے نہ کہ الگ الگ عسر اور شدت مراد ہے

بخاری والی روایت میں بھی معرف باللام کو معرف باللام کر کے لوٹایا گیا ہے کیونکہ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں ﴿کنا نقول ورسول الله ﷺ حیّ السلام علیک ایّھا النبیّ فلمّا قبض قلنا السلام﴾ اب دوسرے ﴿السلام﴾ سے مراد وہی ہوگا جو پہلے لفظ السلام سے مراد ہے تو جب پہلے مذکور السلام خطاب کے صیغے اور ندائیہ انداز میں ہے تو دوسری

جگہ یعنی وصال کے بعد والی کیفیت سلام پیش کرنے کی بھی وہی ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ ہم آپ کے وصال شریف کے بعد بھی اسی اسلوب وانداز میں سلام پیش کرتے ہیں جیسے کہ ظاہری حیات طیبہ میں پیش کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے سلام کے انداز اور اسلوب کو بدل دینے کا مفہوم ان کے راوی نے اپنے طور پر استنباط کیا ہے اور اس کی سمجھ حجت نہیں بن سکتی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ معنی یہ ہو کہ ہم نے وصال کے بعد السلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا تھا جب یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو بموجب قاعدہ ﴿ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ﴾ وہابیہ کا استدلال باطل ہو جائے گا اور اس تبدیلی کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔

نمبر 7 علاوہ ازیں عرض یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے جس تشہد کی تعلیم منبر پر بیٹھ کر دی وہ وہی تشہد ہے جو نبی پاک ﷺ نے سکھایا تھا اگر تبدیلی کر دی گئی ہوتی تو خلفائے راشدین یہ تشہد بر سر منبر لوگوں کے مجمع عام میں ہرگز نہ سکھلاتے اور نہ دوسرے حضرات خاموش رہتے؟؟؟ لہٰذا یہ روایت اگر صحیح بھی ہو اور اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی وہی مراد ہو جو معترض کا مقصود ہے تو پھر بھی یہ صرف اور صرف ان کا اپنا ذاتی خیال اور انفرادی اجتہاد ہے جو خلفاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہ کے اجماع کے مقابل حجت اور دلیل نہیں بن سکتا!!!

نیز ائمہ اربعہ نے بھی اسی تشہد پر عمل کیا ہے جس میں ﴿السلام علیک ایھا النبی﴾ کے صیغے موجود ہیں، خود دیوبندی اور وہابی بھی نماز میں ﴿السلام علیک ایھا النبی﴾ پڑھتے ہیں تو جب خود ان کا عمل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوف روایت پر نہیں ہے تو اہل سنت کے مقابلے میں وہ اس روایت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں جو حضرات مزید تفصیل کے شائق ہوں وہ [مرقاۃ] اور [نسیم الریاض] کا مطالعہ کریں۔

نمبر 8

قصد انشاء کے بارے میں اقوالِ فقہاء:

اب ہم اس امر کے بارے میں فقہاء کی تصریحات پیش کرتے ہیں کہ ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ کہتے وقت انشاء کی نیت ہونی چاہیے نہ کہ حکایت کی

ملاحظہ ہو درّ مختار، شامی، عالم گیری، البحر الرائق، مراقی الفلاح، طحطاوی، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر،

نیز امام غزالی علیہ الرحمۃ [احیاء العلوم] میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿قبل قولک السلام علیک ایّھا النبیّ ورحمة اللّٰه وبرکاته احضر شخصه الکریم فی قلبک ولیصدق املک فی انّه یبلغه سلامک ویردّ علیک بما هو اوفیٰ منه﴾

ترجمہ: السلام علیک ایّھا النبیّ کہنے سے پہلے سرکار ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اپنے دل میں حاضر سمجھ!! اور تجھے پکا یقین ہونا چاہیے کہ تیرا سلام نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ رہا ہے اور آپ اس کا ایسا جواب دے رہے ہیں جو تیرے جواب کی بہ نسبت کامل ترین ہے۔

احیاء العلوم ۱/۲۲۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۲۲۳ پر یہ عبارت موجود ہے، دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے [فتح الملہم شرح صحیح مسلم] کے اندر بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے

علمائے باطن اور صوفیائے کرام کا نقطۂ نظر:

علمائے باطن اور صوفیائے کرام نے تشہد میں نداء اور خطاب کے صیغہ کی توجیہ اپنے انداز میں بیان فرمائی ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:

﴿ویحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان ان المصلّین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدّخول فی حریم الحی الذی لایموت

فقرت اعینھم بالمناجات فنبّھوا علیٰ ان ذلک بواسطة نبی الرّحمة وبرکة متابعته فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر﴾

ترجمہ: ''اہلِ عرفان کے طریقہ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب نمازیوں نے ﴿التحیات﴾ کے ذریعے عالمِ ملکوت کا دروازہ کھلوایا اوران کواس رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی جو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور دوسروں کو زندگی دینے والا ہے اوران کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی وجہ سے ٹھنڈی ہوگئیں توان کو تنبیہ کی گئی کہ تمہاری اس بارگاہ تک رسائی نبی پاک ﷺ کے طفیل اور آپ ﷺ کی اتباع کی برکت کی وجہ سے ہے پس جب نمازی متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں''

تخریج:

صوفیاء کی اس توجیہ کو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے [فتح الباری] میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے [عمدۃ القاری] میں، امام قسطلانی نے [مواہب لدنیہ] میں علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی [شرح] میں، مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب [سعایہ] میں، مولوی شبیر احمد عثمانی نے [فتح الملہم] میں اور مولوی زکریا نے [اوجز المسالک شرح موطا امام مالک] میں نقل کیا ہے۔

ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ۶/۱۱۱، السعایہ ۲/۲۲۷، مواہب لدنیہ ۲/۲۳۰، زرقانی شرح مواہب ۷/۳۲۹، فتح الملہم ۲/۱۴۳، اوجز المسالک ۱/۲۶۵، فتح الباری ۲/۲۵۰، التعلیق الصبیح علی المشکوۃ ۱/۳۹۸، طیبی شرح مشکوۃ ۲/۳۵۱

شیخِ محقق کا فرمان:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی صیغۂ خطاب کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿بعضے از عرفاء گفته اند که ایں خطاب بجهت سریانِ حقیقتِ محمدیه

است کہ در ذرائر موجودات وافراد ممکنات موجود وحاضر است ودر ذواتِ مصلیان موجود است پس مصلّی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود زاھل وغافل نبود تا از اسرارِ قرب وانوارِ معرفت متنوّر وفائض گردد﴾

تخریج:

اشعۃ اللمعات ۱/۴۰۳، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ۱/۲۸۸، مسک الختام شرح بلوغ المرام۔

ترجمہ: بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ نبی پاک ﷺ کی حقیقت پاک تمام افرادِ ممکنات میں اور تمام موجودات کے ذرّوں میں موجود ہے اور نمازیوں کی ذاتوں میں جلوہ گر ہے، پس نمازی کو چاہیے کہ نبی پاک ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ نبی پاک ﷺ کے قرب کے اسرار سے اور آپ کی معرفت کے انوار سے فیضیاب ہو سکے"

استدلال:

عرفاء کرام کی صیغۂ خطاب کے متعلق مندرجہ بالا توجیہات تب ہی درست ہو سکتی ہیں جب ﴿السلام علیک ایّھا النبی﴾ میں خطاب بقصدِ انشاء ہو نہ کہ جب بطور حکایت ہو، جیسے کوئی الگ خطاب پر مشتمل آیات پڑھے مثلاً ﴿انا اعطینک الکوثر، انا ارسلنک شاھد، الخ﴾ تو اسمیں یہ توجیہات جاری نہیں ہو سکتیں۔

اس بات کی مزید تفصیل کیلئے ہم امام عبدالوہاب شعرانی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿سمعت سیدی علی الخواص رحمہ اللّٰہ تعالیٰ یقول انما امر الشارع للمصلّی باالصّلوۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ ﷺ فی التشھد لینبہ الغافلین فی جلوسھم بین یدی اللّٰہ عزّوجلّ علیٰ شھود نبیّھم فی تلک الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللّٰہ ابدا فیخاطبونہ باالسلام مشافھۃ﴾

(کتاب المیزان ص ۱۴۵)

ترجمہ: میں نے اپنے سردار حضرت علی خواص سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ شارع نے تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ بھی تشریف فرما ہیں اس لئے کہ وہ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں"

اسی ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿انما امر الشارع بالصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ تنویھا لشانه واقرار الرسالته واداء لبعض حقوقه﴾ (حجۃ اللہ البالغہ)

ترجمہ: "اللہ رب العزت نے نبی پاک ﷺ پر تشہد میں صلوۃ سلام کا حکم نبی پاک ﷺ کی شان کو بلند کرنے کیلئے اور آپ کی رسالت کا اقرار کروانے کیلئے اور آپ کے بعض حقوق کو ادا کرنے کیلئے دیا ہے"

شاہ صاحب کا خطاب تشہد کی یہ توجیہہ کرنا اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب یہ خطاب بطور انشاء ہو نہ کہ بطور حکایت۔

حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم لکھنوی کا شمار ماضی قریب کے اکابر علماء میں ہوتا ہے اور حضرت کا [نورالانوار] پر حاشیہ [قمرالاقمار] اور [ملاحسن] کا حاشیہ [القول الاسلم] اور [میر زاہد] [رسالہ قطبیہ] کا حاشیہ [التحقیقات المرضیہ لحل حواشی الزاہد علی القطبیہ] مشہور ومعروف ہے درس نظامی پڑھنے پڑھانے والے حضرات ان کے علمی مقام سے بخوبی آگاہ ہیں اور دیوبندی حضرات ہوں یا بریلوی حضرات ان کو دونوں اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں حضرت کی ذات مسلم بین الفریقین ہے وہ اپنی کتاب مستطاب [نورالایمان فی زیارۃ آثار حبیب الرحمان] میں ارشاد

فرماتے ہیں ﴿السر فی خطاب التشهد ان الحقيقة المحمدية كانها سارية فی كل وجود وموجود فی باطن كل عبد وانكشاف هذه الحالة علیٰ الوجه الاتم فی حالة الصلوة فحصل محل الخطاب﴾ (نورالایمان ص ۵۰)

مولانا عبدالحی لکھنوی نے یہی عبارت [السعایہ ۲/ ۲۲۸] پر نقل کی ہے۔

ترجمہ: تشہد کے خطاب میں راز یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی حقیقت پاک موجودات کے ہر ذرّے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور ہر بندے کے باطن میں موجود ہے اور اس حالت کا پوری طرح انکشاف حالت نماز میں ہوتا ہے اس لیے اس کو خطاب کا محل بنایا گیا ہے“

نیز فقہائے کرام اور محدثین کرام فرماتے ہیں کہ نماز میں نبی پاک ﷺ کو صیغۂ خطاب کے ساتھ سلام دینا نبی پاک ﷺ کے خصائص میں سے ہے اگر یہ سلام بطور حکایت ہو تو پھر سرکار ﷺ کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ بطور حکایت نماز کے اندر خطابات کے صیغے ہم قرات کے دوران پڑھتے ہیں مثلاً ﴿یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة .یا داوٗد انا جعلناک خلیفة فی الارض وغیر ذالک﴾ تو ثابت ہو گیا کہ بطور حکایت خطاب کے صیغوں کا استعمال آپ کے ساتھ مختص نہیں یا پھر اس قسم کی آیات کی تلاوت کو ناجائز اور حرام کہنا پڑیگا اور اس کی لغویت کسی شخص پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

امام جلال الدین سیوطی [خصائص کبرٰی] میں اور امام قسطلانی [مواہب لدنیہ] میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی [تفسیر مظہری] میں علامہ بدرالدین عینی [عمدۃ القاری] میں علامہ ابن حجر [فتح الباری] میں شیخ نور الحق محدث دہلوی [تیسیر القاری] میں علامہ زرقانی [مواہب کی شرح] میں شمس الحق عظیم آبادی [عون المعبود] میں شبیر احمد عثمانی [فتح الملہم] میں ابن بطال اپنی بخاری کی [شرح] میں علامہ کرمانی بخاری کی شرح میں ملا علی قاری [مرقاۃ] شرح مشکوۃ میں علامہ طیبی اپنی مشکوۃ شریف کی شرح میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے [اشعۃ اللمعات] اور [مدارج

النبوت] میں اور علامہ خفاجی نے [نسیم الریاض] میں تصریح کی ہے کہ:

"نبی پاک ﷺ کو نماز میں سلام دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی"

دیگر اکابرین نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے خصائص میں سے یہ بات ہے کہ آپ کو نماز میں سلام دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اب اگر تشہد میں دیا جانے والا سلام بطور حکایت ہو تو نماز کے اندر نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرنا آپ کے ساتھ خاص نہ رہے گا اس لیے کہ ہم نماز کے اندر ﴿یا موسیٰ یا عیسیٰ یفرعون یا ھامان﴾ کہتے رہتے ہیں، خصوصیت تب ہی ہوگی کہ جب ہم نبی پاک ﷺ کو اپنی طرف سے مخاطب کر کے سلام پیش کریں۔

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر نویں دلیل:

غزوہ یمامہ میں جب مسلمان مسیلمہ کذاب سے جنگ کر رہے تھے اور ان کو شکست نظر آنے لگی تو انہوں نے نعرہ لگایا ﴿یا محمداہ﴾ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

(البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۶)

مزید تفصیل کیلئے عربی عبارت پیش خدمت ہے ﴿فنادوا بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ﴾ "صحابہ کرام نے وہ کلمات باند کیے جو مسلمانوں کا شعار تھا اور اس دن ان کا شعار یا محمداہ کے کلمات تھے"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت نبی پاک ﷺ کو پکارنا صحابہ کرام علیھم الرضوان کا معمول تھا اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو مصیبت کے وقت نبی پاک ﷺ کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور آپ کی ذات والا سے استغاثہ کرنے کو شرک قرار دیتے ہیں ان حضرات کو سوچنا چاہیے کہ ان کے اس فتوے کی زد میں کون کون سی ہستیاں آتی ہیں نیز ہم یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اس روایت کو نقل کرنے والا کوئی بریلوی نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں کے معتمد علیہ عالم اور ان کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید حافظ عماد الدین ابن کثیر ہیں اگر یہ

روایت شرکیہ مضمون پر مشتمل تھی تو تمہارے امام نے اس کو کیوں نقل کیا؟

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر دسویں دلیل

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب [شرح الصدور] میں تین مجاہدین کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ وہ تینوں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے تھے ایک بار قیصر روم نے ان کو قید کر لیا اور ان کو پیش کش کی کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میں اپنی بیٹیوں کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں گا انہوں نے نہ مانا اور ندا کی ﴿یا محمداہ﴾ تو بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے تو انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا ﴿ما کانت الا الغطسة التی رایت حتی خرجنا فی الفردوس﴾

ترجمہ: ''بس وہ ہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں پہنچ گئے''

امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب [عیون الحکایات] میں سند کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے، مزید ارشاد فرماتے ہیں ﴿کانوا مشهورین بذلک معروفین بالشام فی الزمن الاول﴾ یہ حضرات زمانہ اول میں شام میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف ہے۔

وجہ استدلال:

اگر نبی پاک ﷺ کو حرف یا کے ساتھ ندا کرنا شرک ہوتا تو یہ حضرات مشرک ٹھہرتے اور مشرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قطعی اعلان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ﴾ (النساء: ۴۸) اگر نعوذ باللہ یہ لوگ مشرک تھے تو امام ابن جوزی اور امام سیوطی جیسے جلیل القدر اکابر ان کو شہید کیوں قرار دے رہے ہیں؟ اور جو مشرک کو شہید کہے اس کو بھی مشرک ہونا چاہیے علماء دیوبند کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ امام ابن جوزی اور امام سیوطی ان کو شہید کہہ کر مسلمان رہے یا

نہیں؟

اس امر کی تائید میں کہ شہداء کرام وصال کے بعد مدد فرماتے ہیں یا نہیں، ہم تفسیر مظہری کی ایک عبارت قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی مشہور زمانہ تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿ان اللّٰہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من الارض والسّماء والجنۃ حیث یشاء ون وینصرون اولیاء ھم ویدمّرون اعداء ھم قد تواتر عن کثیر من الاولیاء انھم ینصرون اولیاء ھم ویدبّرون اعداء ھم﴾ (تفسیر مظہری جلد اول)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شہداء کی روحوں کو یہ قوت عطا کرتا ہے کہ وہ زمین وآسمان اور جنت میں سے جہاں چاہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور بہت سارے اولیاء سے بتواتر ثابت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اگر دیوبندی حضرات اس حوالہ کو تسلیم نہ کریں تو ہم ان کے گھر سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب [اشرف السوانح] میں تھانوی صاحب کے پڑدادا جی کا واقعہ مرقوم ہے کہ وہ جب شہید ہوئے تو رات کو اپنے گھر میں مثل زندہ کے تشریف لائے اور گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور کہا: اگر تم ظاہر نہیں کرو گے تو ہم ہر روز آیا کریں گے اور تمہیں مٹھائی دے جایا کریں گے گھر والوں نے یہ سوچ کر کہ جب لوگ بچوں کو مٹھائی کھاتا دیکھیں گے تو کیا کہیں گے ظاہر کر دیا، اس کے بعد تھانوی صاحب کے پردادا جی تشریف نہ لائے۔

اگر تھانوی کے پردادا شہید ہونے کے بعد گھر آ سکتے ہیں اور گھر والوں کو مٹھائی کھلا سکتے ہیں تو قرون اولیٰ میں شہید ہونے والے حضرات شہید ہونے کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کیوں

نہیں کر سکتے دیوبندیوں کیلئے اب دو ہی راستے ہیں یا تو یہ کہیں کہ یہ واقعہ غلط ہے یا پھر یہ عقیدہ رکھ لیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ولی مدد فرما سکتے ہیں

دو گونہ رنج وعذاب است جان مجنوں را بلائے صحبت لیلیٰ وبلائے فرقت لیلیٰ

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر گیارھویں

دلیل:

امام بیہقی نے اپنی کتاب [دلائل النبوۃ] میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی [مصنف] میں یہ روایت نقل کی ہے ﴿اصاب الناس قحط فی زمان عمر ابن الخطاب وجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ ﷺ استسق اللہ لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام وقال ائت عمر واقرئہ منی السلام واخبرہ انھم مسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس فبکی عمر وقال یارب ماالوا الا ماعجزت منہ﴾

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط پڑ گیا، ایک آدمی نبی پاک ﷺ کے روضہ پاک پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لیے اللہ رب العزت سے بارش کی دعا مانگیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں تو نبی پاک ﷺ اس آدمی کو خواب میں ملے اور ارشاد فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری طرف سے سلام دینا اور اس کو کہنا کہ نرمی سے کام لے اور اس کو یہ بھی بتلانا کہ عنقریب بارش آئے گی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ اے اللہ میں اپنی خلافت کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتا مگر جس امر سے میں عاجز ہو جاؤں۔

تخریج:

حافظ ابن کثیر [البدایہ والنہایہ] میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اسنادہ صحیح﴾ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر 7) علامہ ابن حجر [فتح الباری] میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اسنادہ

صحیح ﴾ اس روایت کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب نے اپنی کتاب [قرۃ العینین] میں اور علامہ یوسف نبہانی نے اپنی کتاب [شواهد الحق فی الاستغاثة بسيد الخلق] میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی مضمون کی ایک روایت تفسیر ابن کثیر، تفسیر مدارک، تفسیر قرطبی، تفسیر البحر المحیط اور جذب القلوب الی دیار المحبوب میں بھی موجود ہے۔

اس روایت سے نبی کریم ﷺ کو بعد از وصال پکارنے کا جواز اظہر من الشمس ہے اور آپ سے استغاثہ اور استمداد کا جواز بھی واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے۔

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر بارھویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ غصب شدہ اونٹ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا اور نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرے گا ﴿اغثنی یارسول اللہ ﷺ﴾ اسی طرح ایک آدمی جو غصب شدہ گائے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوگا عرض کرے گا ﴿اغثنی یارسول اللہ ﷺ﴾ ایک اور آدمی ہوگا جو غصب شدہ بکری اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوگا اور عرض کرے گا ﴿اغثنی یارسول اللہ ﷺ﴾

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ قیامت کے دن تو مشرک بھی اپنے شرک سے مکر جائیں گے اور کہیں گے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام: ۲۳) اگر اغثنی یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہوتا تو یہ مسلمان یہ جملے کیوں بولتے اور وہ بھی میدان قیامت میں اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے کمال ظہور کے وقت اور دوزخ سامنے ہونے کے باوجود!!!

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر تیرھویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ محشر میں تمام لوگوں کو الہام کرے گا کہ کسی شفیع کو تلاش کرو تو سارے اہل محشر کہیں گے ﴿لو استشفعنا الیٰ ربّنا احدا فیریحنا من مکاننا هذا﴾ "کوئی شفیع تلاش کرو جو ہمیں اس تکلیف سے نجات دلائے" یہ مشورہ کرنے کے

بعد وہ انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ کریں گے، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں ﴿فاستغاثوا بآدم وبنوح وبموسیٰ وبابراھیم وبعیسیٰ وبمحمد ﷺ﴾ گویا تمام اہل محشر کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام سے استغاثہ کرنا برحق ہے اور جو ایک صدی کے علماء کے اجماع کا انکار کرے اس کے بارے میں قرآن مجید کا اعلان یہ ہے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء:١١٥) جب ایک صدی کے علماء کے اجماع کا منکر از روئے نص قطعی جہنمی ہے تو جس مسئلے پر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی تمام امتیں متفق ہوں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی متفق ہوں اتنے بڑے اجماع کا منکر کیونکر جنتی ہوسکتا ہے؟ اس پر مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ متفق ہے کیوں اس کے الہام کرنے پر یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جارہے ہوں گے۔ (یہ ندا غیر ثبانہ نہیں)

عجیب بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سامنے نظر نہیں آتا اس وقت یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہو اور جب اللہ تعالیٰ سامنے جلوہ گر ہے اس وقت انبیاء کا سہارا ڈھونڈا جائے اور ان سے مدد طلب کی جائے تو یہ جائز ہوجائے؟ کیا یہ امر ممکن ہے کہ ایک چیز دنیا میں شرک ہو اور آخرت میں عین ایمان بن جائے؟

نیز اس دن منکرین بھی انبیاء علیہم السلام کے در پر حاضر ہوں گے اور ان سے امداد کے طالب ہوں گے تو ہم ان کو یہی عرض کرتے ہیں کہ جب قیامت کے دن تم نے تسلیم کرنا ہے تو اس سے بہتر یہی ہے کہ آج ہی مان لوتا کہ تمہیں فائدہ حاصل ہو

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر چودھویں دلیل

حضرت بلال ابن حارث مزنی سے ان کی قوم بنی مزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کی جب اس کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا کی ﴿یا محمداہ﴾ پھر حضور ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر بشارت دی یہ روایت امام ابن عدی نے اپنی کتاب [کامل] میں بیان کی ہے۔

ندائے یارسول اللہ ﷺ کے جواز پر پندرھویں دلیل

حضرت امام عبدالرحمٰن ھزلی کوفی۔ جو کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کے پوتے اور اجلّہ تابعین واکابر مجتہدین میں سے ہیں۔ سر پر بلند ٹوپی رکھتے تھے جس میں لکھا تھا ﴿محمد یا منصور﴾ اگر یہ چیز شرک ہوتی تو اجلّہ تبع تابعین اور اکابر مجتہدین سے شمار ہونے والی ہستی اس کا ارتکاب نہ کرتے۔

باب دوم

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواز اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں

﴿1﴾امام شہاب الدین رملی کا فرمان:

امام شہاب الدین رملی کے فتاوی میں ہے ﴿سئل عمّا یقع من العامّة من قولھم عندالشدائد یا شیخ فلاں ونحو ذلک من الاستغاثه باالانبیاء والمرسلین والصّالحین وھل للمشائخ اغاثة بعد موتھم ام لا ؟فاجاب بما نصّه انّ الاستغاثة بالا نبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصّالحین جائزة وللانبیاء والرّسل والاولیاء والصّالحین اغاثة بعد موتھم.﴾

ترجمہ: امام شہاب الدین رملی کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ عام لوگ سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین اوراولیاء صالحین سے فریاد کرتے ہیں اورانکو مدد کے لیے پکارتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟اوراولیاءکرام انتقال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟توانہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء ومرسلین اوراولیاء وعلماء سے مدد مانگنا جائز ہے اوروہ اپنے انتقال کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔

﴿2﴾صاحبِ فتاوی خیریہ کا فرمان:

﴿یا عبد القادر شیئا للہ﴾ کہنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں

﴿وامّا قولھم یاشیخ عبدالقادر فھو نداء واذا اضیف الیه شیء للہ فھو طلب شیء اکراما للہ فماالموجب لحرمتہ﴾(فتاوی خیریہ۲/۱۸۱)

ترجمہ: لوگوں کا﴿یا شیخ عبدالقادر﴾کہنا محض ندااور پکار ہےاور جب اس کے ساتھ﴿شیء

للہ﴾ کے الفاظ ملا دیے جائیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کی عزت وتوقیر کے واسطہ کچھ طلب کرنا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مانگنا پھر اس کی حرمت کا کیا سبب ہوسکتا ہے؟

اگر حضور غوث پاک کو ندا کرنا شرک ہوتا تو فقہاء کرام ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے اور جب ان کی ندا غائبانہ ہونے اور دور و دراز سے ہونے کے باوجود شرک نہیں تو ندائے رسول اللہ ﷺ کیونکر شرک ہوسکتی ہے؟؟؟؟

﴿3﴾امام جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کا قول:

حضرت جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ﴿سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ ﷺ یاعلی یا شیخ عبدالقادر مثلا.هل هو جائز شرعا ام لا؟ اجبت نعم! الاستغاثة بالاولیاء وندائهم والتوسل بهم امر مشروع وشیء مرغوب لا ینکره الامکابر ومعاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام﴾

ترجمہ: مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہے یارسول اللہ ﷺ یاعلی یا شیخ عبدالقادر آیا یہ شرعا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحب عناد اور بے شک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

﴿4﴾سیدنا غوث اعظم کا فرمان:

حضور محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادی باسمی فی شدة فرجت عنه﴾

ترجمہ: جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے گا اس کی تکلیف رفع ہو جائے گی اور جو کسی

حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

حضور غوث پاک کا یہ ارشاد گرامی [بھجۃ الاسرار] اور [خلاصۃ المفاخر] میں منقول ہے حضرت ملا علی قاری نے اس کو اپنی کتاب [نزھۃالخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادر] میں اور حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے [زبدۃ الآثار] اور [اخبار الاخیار] میں نقل فرمایا ہے۔

﴿5﴾ شیخ شمس الدین حنفی قدس سرہ کا ارشاد:

حضرت سیدی شمس الدین حنفی کا ارشاد ہے ﴿من کانت له حاجة فليات قبری ويطلب حاجته اقضها فانّما بيني وبينكم ذراع من تراب وكل رجل يحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فليس برجل﴾

ترجمہ: حضرت شمس الدین حنفی اپنے مرض وصال میں ارشاد فرماتے تھے کہ جس کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت پیش کرے میں اس کی حاجت پوری کر دوں گا بے شک میرے اور تمہارے درمیان ایک گز بھر مٹی کا فاصلہ ہے اور جس آدمی کے لیے اپنے ساتھیوں سے ایک گز بھر مٹی کی تہہ حجاب بن جائے وہ مرد نہیں ہے (طبقات کبریٰ ۲/۹۶)

﴿6﴾ حضرت شیخ ابو موسیٰ عمران رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت:

﴿كان اذا ناداه مريده اجابه من مسيرة سنة او اكثر﴾

ترجمہ: ان کا مرید اگر ان کو ایک سال یا اس سے زیادہ کی مسافت سے پکارتا تو وہ اس کی پکار کو سنتے تھے اور جواب دیتے تھے۔ (طبقات کبریٰ ۲/۲۱)

﴿7﴾ حضرت محمد بن فرغل کا ارشاد:

حضرت محمد بن فرغل ارشاد فرماتے ہیں ﴿من کان له حاجة فلیات علی قبری وکان یقول انا من المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات الیٰ قبالة وجهی ویذکرها لی اقضیها له.﴾

ترجمہ: جس کو کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو اور آپ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ میں اپنی قبر کے اندر ہوتے ہوئے بھی تصرّف کرنے والوں میں سے ہوں لہذا جس کو کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت ذکر کرے میں اس کی حاجت کو پورا کردوں گا۔

(طبقات کبریٰ ۲/۱۰۵)

امام شعرانی نے مذکورہ بزرگ کا یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مگرمچھ نے ان کے ایک مرید کی لڑکی کو نگل لیا وہ مرید روتا ہوا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے مگرمچھ کو بلا بھیجا مگرمچھ آپ کے بلانے پر حاضر ہوا اور بے شمار مخلوقات اس کے ساتھ تھی حتی کہ وہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا آپ نے لوہار بلوایا اور فرمایا اس کے سارے دانت اکھیڑ دو اور اس کو حکم دیا کہ لڑکی کو اگل دو تو اس نے لڑکی کو اگل دیا لڑکی صحیح سلامت تھی۔ اور مگرمچھ سے عہد لیا کہ میری زندگی میں میرے شہر کے کسی آدمی کو تم نے نقصان نہیں پہنچانا مگرمچھ واپس چلا گیا اور اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ۲/۱۰۴)

﴿8﴾ حضرت شمس الدین حنفی کی کرامت:

آپ کا ایک مرید کہیں سفر پہ جا رہا تھا ایک چور اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور اس کو ذبح کرنے پر تیار ہو گیا اس نے دل میں کہا ﴿یا سیدی محمد یا حنفی﴾ حضرت شمس الدین وضو فرما رہے تھے آپ نے اپنی کھڑاؤں پھینکی وہ جا کر چور کے سینے میں لگی چور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مرید کو نجات عطا فرمائی کچھ عرصے بعد وہ مرید کھڑاؤں لے کر حاضر ہوا اور آپ کا

شکریہ ادا کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ۲/۹۵)

﴿9﴾ امام بوصیری کا ارشاد گرامی:

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ سواک عند حلول الحادث العمم

ولن یضیق رسول اللہ جاھک بی اذاالکریم تجلّی باسم منتقم

ترجمہ: اے بزرگ ترین ذات اقدس! آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے کہ عظیم اور عام حادثہ کے نازل ہونے کے وقت میں جس کی پناہ میں آؤں۔ اور ہرگز تنگ دامن اور محدود نہ ہوگا آپ کا مرتبہ اور قدر ومنزلت یارسول اللہ ﷺ بسبب میری شفاعت کے اس وقت کے خداوند کریم بصفت منتقم جلوہ فرما ہوگا

یہ ترجمہ ہم نے دیوبندیوں کے شیخ الھند اور شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی، ان کے حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی اور امامِ دیابنہ انور شاہ کشمیری کے استاد مولوی محمود الحسن کے والد مولوی ذوالفقار علی کا پیش کیا ہے تاکہ ان پر اتمام حجت ہو۔ (عطر الوردہ صفحہ نمبر 85﴾

ان اشعار کی یہی تشریح حضرت ملا علی قاری نے [زبدۃ] میں، حضرت علامہ خرپوتی نے اپنی شرح میں اور شیخ زادہ نے اپنی شرح میں کی ہے، مولوی اشرف علی تھانوی نے یہی اشعار [نشر الطیب] میں اور مولوی حسین احمد مدنی نے [شہاب ثاقب] میں نقل کیے ہیں اور تھانوی صاحب [نشر الطیب] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قصیدہ الہام ربانی سے لکھا گیا اگر مذکورہ اشعار شرکیہ مضامین پر مشتمل ہوتے تو پھر اس قصیدے کو الہامی قصیدہ نہ کہا جاتا۔

﴿10﴾ شیخِ محقق اور شیخ بہاو الحق کا فرمان:

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی [اخبار الخیار] میں اور حضرت شیخ بہاء الحق اپنے [ملفوظات] میں ارشاد فرماتے ہیں

آنست یا احمد را در راست بگوید و یا محمد در چپ بگوید و در دل ضرب کند یارسول الله۔ طریق دوم آنست که یااحمد درراست بگوید و درچپ یا محمّد و دردل وهم کند یا مصطفٰے دیگر ذکر .یااحمد۔ یا محمّد .یا علی .یا حسن .یا حسین .یا فاطمه شش طرفے ذکر کند۔ کشف جمیع ارواح دارد و دیگر اسمائے ملائکه مقرب همیں تاثیر دارند یا جبرئیل .یا میکائیل .یااسرافیل .یا عزرائیل چهار ضرب﴾ (اخبار الاخیار)

ترجمہ: کشفِ ارواح کے لیے ﴿یا احمد یا محمد﴾ کا ذکر کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ دائیں جانب یا احمد اور بائیں جانب یا محمد کہے اور یارسول اللہ کے الفاظ کی ضرب دل پر لگائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف یا احمد بائیں طرف یا محمد کہے اور یا مصطفٰی کے الفاظ کا خیال دل میں کرے۔ ایک ذکر یہ بھی ہے کہ یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ کے اسماء کے ساتھ چھ جانبوں میں ذکر کرے یہ ذکر جمیع ارواح کے کشف کی تاثیر رکھتا ہے، ملائکہ مقربین کے اسماء گرامی بھی یہی تاثیر رکھتے ہیں یا جبرائیل یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل کہہ کر چاروں جانب ضرب لگائے۔

﴿11﴾ حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی کا واقعہ:

آپ نے وضو فرماتے وقت ایک کھڑاؤں بلاد مشرق کی طرف پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوا وہ کھڑاؤں اس کے پاس تھی اس نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بد وضع اور بدکردار نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے مرشد کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی ﴿یاشیخ ابی لاحظنی﴾ اے میرے باپ کے پیرومرشد! مجھے بچائیے! یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد نمبر۲)

اس حکایت سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام دور سے ندا کو سنتے بھی ہیں اور اپنے مریدین کی مشکل کشائی بھی کرتے ہیں۔

علامہ نسفی اور امامِ تفتازانی کا فرمان:

اس کی تائید میں ہم مروجہ درسی کتاب [شرح عقائد] کی ایک عبارت قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں علامہ نسفی اپنے متن میں اور علامہ تفتازانی نے اس کی شرح میں فرمایا ہے ﴿کرامات الاولیاء حق فیظهر الكرامة للولی من قطع المسافة الطّويلة فی المدّة القليلة كاتيان صاحب سليمان بعرش بلقيس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة وظهور الطّعام والشراب والمشی علی الماء والطّيران فی الهواء وتكلم الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وكفاية المهم عن الاعداء وغير ذلک من الاشياء﴾

ترجمہ: اولیاء کی کرامتیں برحق ہیں اور ولی کی کرامت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بہت ساری مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر لیتا ہے جس حضرت آصف بن برخیا بلقیس کے تخت کو باوجود مسافت کی دوری کے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر آ گئے اور ولی کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ عالم غیب سے ان کے لیے کھانے اور پینے کا سامان ظاہر ہو جاتا ہے۔وہ پانی پر چلتے ہیں، ہوا میں اڑتے ہیں، ان کے ساتھ پتھر اور جانور باتیں کرتے ہیں، مشکل میں اپنی طرف متوجہ ہونے والے کی تکلیف کو دور کرتے ہیں، اپنے دوستوں کی دشمن کے ساتھ مقابلہ کی صورت میں دستگیری کرتے ہیں اور بھی بے شمار امور انجام دیتے ہیں (شرح عقائد/ باب الکرامات)

مجدد الف ثانی کا فرمان:

اسی کی تائید مزید میں ہم حضرت مجدد الف ثانی کا ایک ارشاد پیش کرتے ہیں آپ اپنے مکتوباتِ میں ارشاد فرماتے ہیں

﴿جنّاں را بتقدیر الٰہی ایں قدرت بود کہ متشکل با شکال مختلفہ گشتہ افعال غریبہ بوقوع آرند اگر ارواح کمل را ایں قوت عطا فرماید چہ محل تعجّب است﴾ (مکتوبات جلد۲)

ترجمہ: جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اس قدر قدرت حاصل ہوتی ہے کہ مختلف شکلوں میں تبدیل ہو کر انوکھے کام سرانجام دیتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ولیوں کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرمائے تو یہ تعجب کی کونسی بات ہے۔

﴿12﴾سیدی محمد غمری کی کرامت:

آپ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جارہے تھے ان کے جانور کا پاؤں پھسلا انہوں نے باآواز بلند پکارا﴿ یا سیدی محمّد غمری ﴾ادھر ابن عمر حاکم سعید کو بحکم سلطان چقمق قید کرنے کے لیے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کی ندا سنی پوچھا یہ سیدی محمد کون ہے؟ اس نے کہا وہ میرے شیخ ہیں تو ابن عمر نے کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں﴿یا سیدی محمد یا غمری لا حظنی ﴾اے میرے سردار! اے محمد غمری مجھ پر عنایت کرو! ان کا یہ کہنا تھا کہ حضرت سیدی محمد غمری تشریف لے آئے اور مدد فرمائی

امام عارف باللہ امام شعرانی کے بیان کردہ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام اپنے پکارنے والوں کی فریادرسی کرتے ہیں اور ان کی مشکلوں کو حل کرتے ہیں جب اولیاء کرام اپنے پکارنے والوں کی مشکلوں کو حل کرتے ہیں تو نبی پاک ﷺ بطریق اولیٰ اپنے امتیوں کی مشکلوں کو حل فرمائیں گے کیونکہ نبی پاک ﷺ کو اپنی امت پر جو رافت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں کما قال اللہ تعالیٰ﴿ لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ. ﴾(التوبة:۱۲۸)

﴿13﴾حضرت شمس الدین حنفی کی کرامت:

امام شعرانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریب مرگ ہو گئیں وہ یوں ندا کرتی تھیں ﴿یا سیدی احمد یابدوی خاطرک معی﴾ اے میرے سردار! اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سید احمد کبیر کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ کب تک مجھے پکارے گی اور فریاد کرے گی! کیا تجھے علم نہیں ہے کہ تو ایک بڑے صاحب تصرف بزرگ کی حمایت میں ہے اور جو کسی ولی کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے یوں کہو ﴿یا سیدی محمد یا حنفی﴾ یہ کہے گی تو تجھے اللہ تعالیٰ عافیت بخشے گا اس بی بی نے یوں ہی کہا صبح کو بالکل تندرست اٹھیں گویا کبھی مرض ہی نہیں تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد نمبر ۲)

﴿14﴾ حضرت مولانا جامی کا ارشاد گرامی:

آپ اپنی کافیہ کی مشہور شرح [فوائد ضیائیہ] میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اذا قلت یا محمداہ فکانک تنادیہ وتقول تعال انا مشتاق الیک﴾

ترجمہ: جب تو یا محمد کہتا ہے تو گویا تو نبی پاک ﷺ کو پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے زیارت کراؤ میں آپ کا مشتاق دیدار ہوں۔ (شرح جامی/باب المنادی)

﴿15﴾ علامہ شامی کا ارشاد گرامی:

آپ فرماتے ہیں اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ ایک بلند جگہ پر کھڑا ہو جائے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر حضرت احمد علوان کی روح کو ایصال ثواب کرے اور پھر یہ عرض کرے ﴿یا سیدی احمد علوان ان لم ترد علیّ ضالتی والّا نزعتک من دیوان الاولیاء﴾

ترجمہ: اے میرے سردار احمد علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ لوٹائی تو میں تمہیں اولیاء کے دفتر سے خارج کردوں گا (ردالمحتار جلد نمبر ۳)

آپ اپنی کتاب [الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی سلام پھیرے تو اوراد فتحیہ پڑھے کیونکہ وہ چودہ سو اولیاء کے کلام سے تیار ہوا ہے اور اوراد فتحیہ میں صفحہ نمبر ۳۲ سے لے کر ۳۴ تک ستر (۷۰) بار یارسول اللہ لکھا گیا ہے۔

(انتباہ صفحہ نمبر ۱۲۴)

﴿17﴾ حضرت شاہ ولی اللہ کا دوسرا ارشاد گرامی:

آپ اپنے مشہور قصیدہ [اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم] میں ارشاد فرماتے ہیں

صلی اللہ علیک یا خیر خلقہ ویا خیر مامول ویا خیر واھب
یا خیر من یرجی لکشف رزیۃ ومن جودہ فاق جود السحائب
فاشھد ان اللہ راحم خلقہ وانک مفتاح لکنز المواھب
تطلبت ھل من ناصر اومساعد الوذبہ من خوف سوء العواقب
انت مجیری من ھجوم ملمۃ اذا انشبت فی القلب شر المخالب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے آپ پر اے تمام مخلوقات سے بہتر! اے بہترین عطا فرمانے والے! اور بہترین امیدگاہ! اے وہ بہترین ذات! جس سے مصیبت زائل کرنے کی تمنا کی جاتی ہے اور وہ کہ جس کی سخاوت بادلوں کی بارش والی سخاوت سے بھی زائد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرمانے والا ہے اور آپ بخششوں کے خزانے کی چابی ہیں میں نے بڑی کوشش سے ایسے معاون اور مددگار کو تلاش کیا جس کے دامن رحمت میں مجھے برے نتائج کے خوف سے پناہ مل سکے۔ آپ مصائب کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں جبکہ وہ دل میں بدترین پنجے چبھو جائیں۔

یہی شاہ صاحب قصیدہ ہمزیہ میں ارشاد فرماتے ہیں

رسول اللہ یا خیر البرایا نوالک ابتغی یوم القضاء

اذا مــاحــل خـطـب مـدلهـم فـانـت الحصن من كل البلاء

اليك توجهي وبك استنادي وفيك مطامعي وبك ارتجاء ی

ترجمہ: اے اللہ کے رسول !اے ساری مخلوق سے برتر! قضا کے دن میں آپ ہی کی عطا کا طالب ہوں جبکہ کوئی بڑی مصیبت نازل ہو تو آپ ہی ہر مصیبت سے بچانے والے قلعہ ہیں آپ ہی کی طرف میری توجہ ہے اور آپ ہی پر میرا اعتماد ہے اور آپ ہی سے امید اور طمع ہے۔

یہی شاہ صاحب [الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ] میں قضاء حاجت کے لیے ایک ختم کی ترکیب بیان فرماتے ہیں کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور ایک سو گیارہ بار ﴿یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءً للہ﴾ پڑھے۔

اگر حضور غوث پاک کو پکارنا یا نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرنا شرک ہوتا تو شاہ ولی اللہ صاحب جیسی ہستی اس شرک کا ارتکاب نہ کرتے۔ یہی شاہ صاحب اپنے مشائخ حدیث سے [جواہر خمسہ] پڑھنے کی سند اور اجازت حاصل کرتے ہیں اور جواہر خمسہ میں یہ شعر موجود ہے۔

نــادعـلـيـا مـظـهـر العجائب تجده عونا لک فی النوائب

کـل هـم وغـم سـيـنـجـلـی بنبوتک یامحمد وبولایتک یاعلی

ترجمہ: پکارو علی کو جو عجائبات کے ظہور کی جگہ ہیں، تم ان کو مددگار پاؤ گے مصیبتوں میں ہر غم اور ہر پریشانی اے نبی ﷺ آپ کی نبوت کے صدقے اور اے مشکل کشا آپ کے صدقے دور ہو جائے گی۔ (جواہر خمسہ صفحہ نمبر ۲۸۱)

﴿18﴾ شیخ سعدی کی کرامت:

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپسی کے دوران راستہ میں

ایک لمبے کوچے سے میرا گزر ہوا اس وقت میں شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور خوب شوق وذوق حاصل تھا اور وہ اشعار یہ تھے

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشو تو لوح دل از نقش غیر حق — علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا اس سبب سے میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگیا، اچانک ایک فقیر منش، دراز زلف، ملیح چہرہ، پیر مرد ظاہر ہوا اور کہا

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء آپ نے میرے دل سے بڑی بے چینی اور اضطراب کو دور فرمایا پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا مسکرائے اور فرمایا کیا یہ یاد دلانے کی اجرت ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں بلکہ شکرانہ ہے فرمایا میں نہیں کھاتا پھر فرمایا مجھے جلد جانا چاہیے میں نے کہا میں بھی جلد چلوں گا! پھر فرمایا میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں قدم اٹھا کر کوچہ کے آخر میں رکھا مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ روح مجسم ہے میں پکارا تھا اپنے نام سے تو آگاہ کیجئے تاکہ فاتحہ پڑھ سکوں فرمایا سعدی یہی فقیر ہے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۸۰ و فارسی ص ۷۰)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام بغیر پکارنے کے بھی بعد از وصال امداد فرماتے ہیں تو امام الانبیا ﷺ پکارنے کے بعد امداد کیوں نہیں فرمائیں گے۔

﴿19﴾ مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی کا ارشاد گرامی

آپ ارشاد فرماتے ہیں

زمہجوری برآمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ اللعالمینی — زمحروماں چرا فارغ نشینی (زلیخا ص ۲۳)

﴿20﴾ حضرت سیدنا زروق فاسی کا ارشاد:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

﴿ باالجملہ مرد جلیل القدر است کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است واز اواخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقت والشریعت جامع بودہ اند وبشاگردی او اجلۃ علماء مفتخر ومباھی بودہ اند مثل شھاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شد وشمس الدین لقانی وخطاب الکبیر وطاھر بن زبان روادی واو را قصیدہ ایست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعض ابیات او این است﴾

انا لمریدی جامع لشتاتہ اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ

ترجمہ: الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے ان کے مرتبہ کمال کو ظاہر کرنا تحریر و بیان سے باہر ہے وہ متاخرین صوفیائے کرام کے ان محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو اپنے اندر جمع کیا ہے، شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا شمس الدین لقانی اور طاہر ابن زبان روادی اور ان جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر بڑا فخر و ناز کیا ہے قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے جس کے بعض شعر یہ ہیں

کہ میں اپنے مرید کی پریشان حالیوں میں اسکو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت وادبار سے اس پر حملہ آور ہو۔ اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کے پکار میں فوراً موجود ہو جاؤں گا۔ (بستان المحدثین ص ۳۲۲)

﴿نوٹ﴾ اشعار کا ترجمہ کرنے والے بھی دیوبندی مولوی صاحب ہیں اب سوال یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کرام کو مصیبت میں پکارنا شرک ہے تو حضرت سیدی زروق فاسی کے بارے

میں کیا ارشاد ہوگا؟ جو اپنے اشعار میں اس مزعومہ شرک کی تلقین کر رہے ہیں، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا جو فرماتے ہیں کہ وہ جلیل القدر شخص تھے ان کے مرتبہ کمال کو ظاہر کرنا تحریر و بیان سے باہر ہے کیا شرک کی تلقین کرنے والے کی ایسی تعریف کرنا جائز ہے؟
نیز شاہ صاحب ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿او از ابدال سبع است وباوصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاهره نیز نافع شده مفید و کثیر افتاده﴾

ترجمہ: وہ ابدال سبع میں سے ہیں حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں۔

تیسرا باب

ندائے یارسول اللہ ﷺ کا جواز علماء دیوبند کے اقوال کی روشنی میں

❀❀❀❀❀❀❀❀❀

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا ارشاد:

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا کہ

پڑھنا ﴿یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ﴾ کا بطور ورد یا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کر کے ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ گنگوہی صاحب اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

''اگر یہ ورد کرنے والا شیخ عبدالقادر جیلانی کو بالذات متصرف یا عالم غیب بذات خود جان کر پڑھے تو شرک ہے اگر یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ شیخ کو مطلع کر دیتا ہے اور باذنہٖ تعالیٰ شیخ حاجت روائی کر دیتے ہیں تو یہ شرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے کسی کو کافر مشرک بنا دینا بھی نامناسب ہے'' (فتاوی رشیدیہ ۱/۴)

﴿2﴾ مولوی انور شاہ کشمیری کا فرمان:

آپ [فیض الباری] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ کا وظیفہ پڑھنا اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو اس میں کوئی ثواب نہیں ہے''

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ﴿یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ﴾ پڑھنا شرک نہیں ہے کیونکہ اگر شرک ہوتا تو دیوبندیوں کے محدث کبیر انور شاہ صاحب کشمیری یہ نہ فرماتے کہ اگر اس

کو جائز قرار دیا جائے تو اس میں ثواب نہیں ہے کیونکہ جو چیز شرک ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر اس کو جائز قرار دیا جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں ثواب نہیں ہے۔

﴿3﴾ رشید احمد گنگوہی صاحب کا ایک اور فرمان:

اس سلسلے میں ہم رشید احمد گنگوہی کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔ کسی نے گنگوہی صاحب سے سوال کیا کہ ﴿یارسول اللہ ﷺ انظر حالنا ☆ یا حبیب اللہ اسمع قالنا ☆ اننی فی بحر ھمّ مغرق ☆ خذ یدی سھل لنا اشکالنا﴾ کیا یہ ورد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ گنگوہی صاحب جواب میں لکھتے ہیں

”یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں ہے، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ہو جائے گا“ (فتاوی رشیدیہ ا/۶۸)

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت جب یارسول اللہ کہتے ہیں تو ان کا عقیدہ کیا ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ہر شخص کا عقیدہ بیان کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہوتا ہے اور اہلِ سنت بار بار یہ تصریح کر چکے ہیں کہ ہم انبیاء و اولیاء میں جس قدر بھی کمالات تسلیم کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے تسلیم کرتے ہیں، جب ہم نبی کریم ﷺ کو پکارتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کو ہماری آواز سے مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ سرکار ﷺ پر انکشاف ہو جائے گا۔

یہاں نام نہاد موحدین کی ضیافتِ طبع کے لیے ہم یہ وضاحت بھی کر دیں کہ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کوئی کسی کو نزدیک سے بھی پکارے اور یہ سمجھے کہ یہ مستقل سامع ہے تو یہ بھی شرک ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نزدیک سے بھی نہیں سن سکتا، دور سے سننا تو دور کی بات ہے!!!

میں کچھ نہیں ہوں مگر!!!!!

[تذکرۃ الرشید] میں عاشق الٰہی میرٹھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کی زبان سے کئی بار سنا گیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں ہوں مگر ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر''

اگر دیوبندی حضرات نجات اور ہدایت چاہتے ہیں تو ان کو یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یارسول اللہ ﷺ کہنا اس عقیدہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ہو جائے گا یہ عقیدہ شرکیہ نہیں ہے اگر اب بھی اس نداء کو شرک قرار دیں تو گنگوہی صاحب کے قول کے مطابق وہ ناجی اور ہدایت پانے والے نہیں ہونگے کیونکہ گنگوہی صاحب صورت مذکورہ میں یا رسول اللہ ﷺ کہنا جائز قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ اس کو شرک قرار دیں تو پھر ان کی اتباع نہ ہوئی بلکہ مخالفت ہوئی اور نجات وہدایت موقوف تھی ان کی اتباع پر۔

﴿4﴾ حسین احمد مدنی کے ارشادات:

(الف) دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث اور صدر مدرس حسین احمد مدنی اپنی کتاب [شہاب ثاقب] میں اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''علیٰ ھذا القیاس مسئلہ ندائے رسول اللہ ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور حضرات دیوبند نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

(۱) لفظ یارسول اللہ ﷺ بلا لحاظ معنی اس طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت وتکلیف ماں باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے۔

(۲) اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جائے گا تب بھی جائز ہوگا۔

(۳) علیٰ ھذا القیاس کسی سے غلبہ محبت وشدت وجد تو خر عشق میں نکلا ہے تب

بھی جائز ہے۔

(۴) اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ تک اپنے فضل وکرم سے ہماری نداء کو پہنچا دے گا اگر چہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے اس میں بھی حرج نہیں ہے۔

(۵) علی ھذا القیاس ارباب نفوس زکیہ واصحاب ارواح طاھرہ جن کو بعد مکانی اور کثافت جسمانی اپنے عرائض کی تبلیغ سے مانع نہ ہوں اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

وحابیہ خبیثہ یہ صورتیں نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ ﴿الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ﴾ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہلِ حرمین پر سخت نفریں اس خطاب اور ندا کی وجہ سے کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت کو اور جملہ صورت ہائے درود شریف کو اگر چہ بصیغہ خطاب وندا کیوں نہ ہوں مستحب اور مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں'' (شہاب ثاقب ص ۶۴)

قابلِ توجہ نکتہ :

مدنی صاحب نے مذکورہ بالا صورتوں میں سے پانچویں صورت یہ بتلائی ہے کہ اگر امتی اتنا پہنچا ہوا ہو کہ اپنی آواز خود نبی پاک ﷺ تک پہنچا سکے اس کے لیے بھی ندائے یارسول اللہ ﷺ جائز ہے۔

مقامِ غور یہ ہے کہ اگر امتی نبی پاک ﷺ کی غلامی کی وجہ سے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ اپنی آواز خود نبی پاک ﷺ کی بارگاہ تک پہنچا سکے تو کیا نبی پاک ﷺ جن کی اتباع کی برکت سے امتی کو اتنا مقام حاصل ہو گیا کہ اس کے لیے بعد مکانی اور کثافت جسمانی اپنے عرائض کی تبلیغ سے مانع نہ رہے ہوں ان کے لیے بعد مکانی کس طرح عرائض کے سننے سے مانع

ہوسکتا ہے؟ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

(ب) یہی مدنی صاحب [شہاب ثاقب] میں گنگوہی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

﴿مرید ہم بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس مرید آنجا کہ باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور است اما از روحانیت اور دور نیست۔ چوں ایں امر محکم داند ہر دم مستفید بود وچوں مرید در حل واقع محتاج بشیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ اورا القاء خواہد کرد﴾

ترجمہ: مرید کو یقینی علم اس بات کا ہونا چاہیے کہ شیخ کی روح ایک مکان کی پابند نہیں ہے لہذا مرید جہاں بھی ہو، نزدیک ہو یا دور ہو وہ اگرچہ شیخ کے بدن اور جسم سے دور ہے لیکن اس کی روح سے دور نہیں ہے جب اس امر کو اچھی طرح جان لے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور قلبی ربط پیدا ہو جائے تو ہر لحظہ مستفید ہوگا اور مرید جب کسی مشکل واقعہ کے حل میں شیخ کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر کرتے ہوئے زبان حال کے ساتھ سوال کرے یقیناً شیخ کی روح اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کو القاء کر دے گی۔ (شہاب ثاقب ص ۶۱ ☆ امداد السلوک ص ۱۰)

اگر دیوبندی پیر کی روح اپنے مریدوں سے دور نہیں ہے تو نبی پاک ﷺ از روئے روحانیت اپنے امتیوں سے کیونکر دور ہو سکتے ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

مولوی قاسم نانوتوی [تحذیر الناس] میں اور مولوی شبیر احمد عثمانی اپنی [تفسیر عثمانی] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں اولیٰ بمعنی اقرب ہے اور نبی پاک ﷺ کو اپنے امتیوں کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے جو ان کی جانوں کو بھی حاصل نہیں ہے۔

﴿5﴾ دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا ارشاد:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

جہاز امت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ ﷺ

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

یا محمد مصطفٰے فریاد ہے اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

اپنے پیر سے استغاثہ کرتے ہوئے حاجی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفٰے
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا عشق کی پھرن کے باتیں کانپتے ہیں دست پا
اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(امداد المشتاق ص ۱۱۶)

﴿6﴾ بانی دار العلوم دیوبند قاسم نانوتوی کا ارشاد

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی ص ۳)

﴿7﴾ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا ارشاد

یا شفیع العباد خذ بیدی انت فی الا ضطرار معتمدی
لیس لی ملجاء سواک اغث مسّنی الضرّ سیدی وسندی

ترجمہ: دستگیری کیجئے میرے نبی! کش مکش میں تم ہی ہو میرے ولی سوائے آپ کے میرے

لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے میری فریاد کو پہنچے کیونکہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اے میرے سردار اور بھروسے کی جگہ۔ (نشر الطیب)

﴿8﴾ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی کرامت:

مولوی اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں:

میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حضرت امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے جب انھوں نے دیکھا کہ مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا اس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق ہونے سے بچ گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی ادھر تو یہ واقع پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟ کمر کیوں چھلی ہوئی ہے؟ فرمایا: کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے فرمایا: ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھا لیا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس لیے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔

(کرامات امدادیہ ص ۱۸)

یہاں دیوبندی حضرات سے سوال یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دور سے یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ دور سے نہیں سنتے اور یہاں حاجی صاحب کے لیے

ثابت کیا جارہا ہے کہ انھوں نے اپنے مرید کی گریہ زاری کو سنا اور اس کی مشکل کشائی کی۔اگر حاجی امداداللہ صاحب دور سے اپنے مرید کی فریاد سن بھی سکتے ہیں اور اس کی فریادرسی بھی کر سکتے ہیں تو نبی پاک ﷺ بھی اپنے امتی کی فریاد سن سکتے ہیں اور اس کی مشکل کشائی فرما سکتے ہیں۔

اشرف علی تھانوی [افاضات یومیہ] میں ارشاد فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحب کی طرف منسوب ہے جہاز کو اٹھالینا ظاہر ہے آپ کی کرامات عظیمہ کو نہ ماننا اقرب .الی الشرک

(افاضات یومیہ ۶/۲۷۶)

نوٹ:

اگر کوئی سنی غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت بیان کرے کہ انھوں نے بوڑھی عورت کا بیڑا غرق ہونے سے بچالیا تھا تو دیوبندی اس واقعہ کو مشرکانہ قرار دیتے ہیں لیکن اپنے حاجی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ جوان کے بیڑا پار کرنے والی کرامت کو نہ مانے وہ مشرک ہے۔یہ ابلیسی منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک ہی بات غوث پاک کی طرف منسوب ہو تو شرک ہو اور وہی بات حاجی صاحب کی طرف منسوب کر کے بیان کی جائے تو اس کا ماننا ضروریات دین میں سے ہو اور اس کا نہ ماننا مفضی الی الشرک (شرک کی طرف لے جانے والا) ہو جائے۔فاعتبر وایا اولی الا بصار .

﴿9﴾ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دهلوی کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب [تفسیر عزیزی] میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿بعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدراک مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیاں تحصیل کمالات باطنی ازاں ہا می نماید وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات [illegible] ایشاں دراں وقت مترنم باس مقال است ۔ من آیم بجاں گر

تو آئی بتن ﴾

ترجمہ: وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی رشد وہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کی طاقت پاتے ہیں اور ان کا اخروی امور میں مستغرق ہونا بسبب ان کی وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان سے حاصل کرتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات اور حاجات ان سے طلب کرتے ہیں یعنی مشکل کا حل ان سے چاہتے ہیں اور اپنی مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے اگر تم بدن سے میری طرف آؤ گے تو میں روح کے ذریعے تمہاری طرف آؤں گا۔

(تفسیری عزیزی پارہ ۳۰ ص ۱۱۳)

اگر اولیاء کرام سے حاجات طلب کرنا اور اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہنا جائز ہے تو پھر سید الانبیاء ﷺ سے حاجت روائی کی درخواست کرنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے

آپ خود اپنی ادائوں پہ ذرا غور کریں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب کو اہل سنت بھی مانتے ہیں لیکن چونکہ دیوبندی حضرات عموماً یہ باور کراتے رہتے ہیں کہ ان کے وہی عقائد تھے جو ہمارے عقائد ہیں اور بریلوی عقائد سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، نیز دیوبندیوں کے ناقوسِ اعظم مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند اپنی کتاب [اتمام البرھان] میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ ہمارے لیے حجت اور سند کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہمارے روحانی باپ ہیں اس لیے ہم نے شاہ صاحب کو دیوبندی حضرات میں شامل کیا کیونکہ اپنے زعم کے مطابق وہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے ہی بزرگ ہیں بریلویوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر علمائے دیوبند اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو پھر اپنے دعوے کا پاس اور لحاظ کریں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے

ارشاد کو تسلیم کریں ورنہ یہ دوغلی پالیسی اور دوہری چال اور دھوکا بازی ہی ہوگی جو عام مسلمانوں کے بھی لائق نہیں چہ جائیکہ اپنے مسلک کے ایسے ذمہ دار علماء کے شایان اور لائق ہو۔

﴿10﴾ محمد ششینی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

اشرف علی تھانوی آپ کی کرامت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کچھ کہہ رہا ہے اس نے توجہ کی تو کہہ رہا تھا یہ ہے راستہ تو وہ صحیح راستہ پر پہنچ گیا۔ (جمال الاولیاء ص ۱۳۶)

اگر اولیاء کرام استمداد کرنے والوں کو ہلاکت سے بچاتے ہیں تو نبی پاک ﷺ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء:۱۰۷) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ آپ اپنے امتیوں کو مشکلات سے کیوں نہیں بچائیں گے جن کی اتباع کی وجہ سے اولیاء کرام مشکل کشا اور حاجت روا بن جاتے ہیں اس مخدوم الانبیاء والاولیاء ہستی کے مشکل کشا ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے اور آپ ﷺ کو مشکل میں پکارنا کیونکر ناجائز ہوسکتا ہے؟

﴿11﴾ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی کرامت

سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز سید محمد علی سفر حج کے دوران کا اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں ہم اختصار کی خاطر فارسی عبارت کو حذف کر کے صرف ترجمہ پیش کرنے پر اکتفاء کر رہے ہیں:

اثناء سفر میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف پر پہنچے جہاں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار پرانوار ہے اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا

صرف ایک روٹی کے حصول کے لیے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا مجبور ہو کر ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور پر حاضری دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی اور کہا اے میری نانی جان! میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کیلئے کوئی چیز عنایت فرمائیں پھر میں نے سلام عرض کیا سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح مبارک کو پہنچایا میں نے آپ کی قبر انور پر سر رکھا ہوا تھا ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیے عجب تماشا یہ تھا کہ ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ اس وقت تازہ انگور دستیاب نہ تھے انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کیے اور یہ اشعار پڑھے:

یافت مریم گر بہنگام شتاء میوہ ہائے جنت از فضل خدا
ایں کرامت در حیاتش بود وبس بعد فوتش نقل نہ نمودہ است کس
بعد فوت زوج ختم المرسلین رفتہ چندیں قرنہا اے دوربیں
بنگر از وے ایں کرامت یافتم مایہ صد گونہ نعمت یافتم

ترجمہ: اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں جنت کا میوہ فضل خدا سے پالیا ان کی یہ کرامت فقط ان کی زندگی میں تھی ان کے وصال کے بعد کسی سے یہ کرامت منقول نہیں حضور ﷺ کی زوجہ کے وصال کو کتنی صدیاں گزر چکی ہیں دیکھو اس کے باوجود میں نے ان سے اس کرامت کو پایا اور مایہ صد افتخار نعمت کو حاصل کیا۔ (مخزن احمدی ص ۹۹)

وجہ استدلال:

اگر مشکل کے وقت ام المومنین حضرت میمونہ سے استعانت کرنا اور ما فوق الاسباب امور میں قضاء حاجت کیلئے ان کو پکارنا جائز ہے تو نبی الانبیاء ﷺ کو پکارنا اور آپ سے استغاثہ کرنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور اگر یہ شرک ہے تو پھر وہابی حضرات کو چاہیے کہ اپنے سید محمد علی کو مشرک

قرار دیں نیز وہابی حضرات قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾

(آلِ عمران: ۱۸۷)

ترجمہ: یاد کیجیے اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے کہ تم اسے لوگوں کے لیے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں

اب وہابی حضرات کیلئے دو ہی راستے ہیں یا تو یارسول اللہ ﷺ کہنے کو جائز مان لیں یا اپنے بزرگ سید محمد علی کو مشرک قرار دیں جس راستے کو مرضی ہے اختیار کریں اور اپنے حق گو اور حق پرست ہونے کا ثبوت دیں اگر واقعی سچے ہیں تو

من نگویم ایں مکن و آں کن مصلحت بیں و کار آساں کن

نوٹ: معلوم ہوتا ہے کہ جب بھوک ستائے اور فاقوں تک نوبت پہنچے تو عقل ٹھکانے لگ جاتی ہے اور عقیدہ درست ہو جاتا ہے لیکن جب پیٹ سرکارِ انگلشیہ کے خزانوں سے بھرا ہو اس وقت ہر طرف شرک ہی سوجھتا ہے آخر یہ بنی اسرائیل والی روش کب تک نبھائی جائے گی؟

﴿12﴾ حضور غوث پاک اور حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت

اسماعیل دہلوی اپنے شیخ سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں:

''اور آں جناب ہدایت مآب کی توجہات کیلئے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کی ارواح مقدسہ آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور تقریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحوں کے مابین فی الجملہ تنازعہ رہا کیونکہ ہر ایک ان دو عالی مقاموں میں سے اس کا امر تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شراکت پر صلح اور آشتی واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ

گرہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفسِ نفیس پر توجہ قوی اور پرزور اثر ڈالتے رہے بس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوگئی''

(صراط مستقیم ص ۲۴۲)

وجہ استدلال:

منقول واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند وصال کے باوجود زندہ بھی ہیں امداد بھی فرماتے ہیں صدیوں بعد دنیا میں پیش آنے والے واقعات سے باخبر بھی ہیں اور اپنی قبور کے پابند نہیں بلکہ دور دراز علاقوں میں جا کر علیٰین والے مسکن کے اندر ہوتے ہوئے بھی تصرّف کر سکتے ہیں جب یہ حضرات پکارنے کے بغیر مدد فرما سکتے ہیں تو امام الانبیاء ﷺ پکارنے کے باوجود مدد کیوں نہیں فرمائیں گے؟

﴿13﴾ مولوی قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت

''مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے ایک شاگرد کسی محلے میں امام تھے اس عرصہ میں کوئی مولوی صاحب گشت کرتے ہوئے اس قصبہ میں بھی آدھمکے لوگ اس کے معتقد ہو گئے اس مولوی صاحب نے پوچھا اس مسجد کا امام کون ہے؟ کہا گیا دیوبند کے پڑھے ہوئے ایک مولوی صاحب ہیں، انہوں نے فتوٰی دے دیا کہ جو تم نے نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نہیں ہوئیں وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ اس مولوی پر روپے بھی برباد ہوئے اور نمازیں بھی برباد ہوئیں بالآخر اس مولوی اور امام صاحب کا مناظرہ طے پا گیا وہ امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اپنے بازو میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک شخص اور جسے میں نہیں پہنچانتا تھا وہ بھی آکر بیٹھ گیا مجھ سے وہ اجنبی اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کہتی ہے کہ ہاں گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو! دل میں غیر معمولی قوت اس سے پیدا ہوئی اس کے بعد کیا ہوا دیوبندی امام کا بیان ہے کہ میری زبان سے کچھ فقرے نکل رہے تھے اور اس طور نکل رہے تھے کہ میں نہیں جانتا

تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں جس کا جواب مولانا واعظ صاحب نے ابتدا میں تو دیا لیکن سوال وجواب کا سلسلہ ابھی دراز نہیں ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولانا واعظ صاحب کو دیکھتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہوئے میرے قدموں میں سر ڈالے رو رہے ہیں پگڑی بکھری ہوئی ہے اور کہتے جاتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں! اللہ معاف کیجئے آپ جو کچھ فرما رہے ہیں یہی صحیح اور درست ہے میں ہی غلطی پر تھا حضرت شیخ الھند فرماتے تھے میں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا حلیہ جو بیان کیا تو فرماتے تھے کہ سنتا جاتا تھا اور حضرت استاد کا ایک ایک خط وخال نظر کے سامنے آتا چلا جارہا تھا جب وہ بیان ختم کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو حضرت الاستاذ تھے جو تمہاری امداد کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے''

اس مقام پہ مناظر احسن گیلانی نے ایک حاشیہ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں

وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلے میں علماء دیو بند کا خیال وہی ہے جو عام اھل سنت والجماعت کا ہے آخر جب ملائکہ جیسی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوات کے مسئلہ میں امداد ملی پس بزرگوں کی ارواح سے ہم مدد لینے کے منکر نہیں ہیں۔ (سوانح قاسمی ۱/۳۳۲)

وجہ استدلال:

دیو بندی علماء اہلِ سنت پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ یہ نبی الانبیا ﷺ کی شان بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ ہمارا ان سے سوال ہے کہ نبی الانبیا ﷺ کو پکارنا اور آپ سے استغاثہ کرنا تو تمہارے نزدیک شرک ہے اور تمہارے بقول محمد یا علی کسی چیز کے مالک ومختار ہی نہیں (معاذ اللہ) لیکن مولوی قاسم نانوتوی وفات کے بعد اپنے طالب علم کی مدد بھی کررہے

ہیں اس کی حالت سے باخبر بھی ہیں؟ تو پھر مبالغہ آرائی کون کر رہا ہے اور حق پر کون ہے؟

نوٹ: ہم نے جو کرامت کا عنوان قائم کیا ہے وہ دیوبندیوں کے زعم کے مطابق ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اہلِ جہنم سے فرمائیں گے ﴿ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ. فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (الدخان: ۴۹)

نیز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو جب عیسائی نے کہا کہ تمہارے نبی پاک ﷺ کے نواسے کو جب شہید کیا جارہا تھا تو تمہارے نبی کریم ﷺ نے دعا کر کے اپنے نواسے کو کیوں نہ بچایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب نبی پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا کیا کروں مجھے تو اپنے بیٹے کا سولی چڑھنا یاد آیا ہوا ہے۔

جس طرح شاہ صاحب کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بلکہ آپ اس کے زعم کے مطابق بات کر رہے تھے اسی طرح ہم بھی وہابی حضرات کے زعم کے مطابق بات کر رہے ہیں۔

﴿14﴾ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ارشاد

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں **ایک** قسم وہ ہے جن کے متعلق ہے خدمت وارشاد اور ہدایت واصلاح قلوب وتربیت نفوس وتعلیم طرق قرب وقبول عنداللہ اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل وافضل ہو اور اس کا فیض اتم واعم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طریقہ طریقۂ نبوت ہوتا ہے **دوسرے** وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش وانتظام امور دنیویہ ودفعِ بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہلِ تکوین کہلاتے ہیں'' (التکشف ص ۱۱۳ و ۹۴)

وجہ استدلال:

اگر اولیاء کرام دافع البلاء اور امور دنیا کے منتظم ہو سکتے ہیں تو امام الانبیاء ﷺ جن کی اتباع اور پیروی کی وجہ سے ان حضرات کو ولایت نصیب ہوئی آپ دافع البلاء کیوں نہیں ہو سکتے اور آپ کو دفع بلاء کیلئے پکارنا کیونکر حرام و شرک ہو سکتا ہے

نیز ہماری اس نقل کردہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی حضرات کا درود تاج کو اس لیے شرک قرار دینا کہ اس کے اندر یہ الفاظ ہیں ﴿دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم﴾ یہ لغو و باطل ہے کیونکہ جب آپ کے غلام اس مرتبہ مقام کے مالک ہیں تو پھر آپ جو کہ ان سب فیوض و برکات کا مبدا اور منبع اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قاسم ہیں آپ بطریق اولیٰ اس مرتبہ و مقام کے مالک ہوں گے۔

﴿15﴾ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کا ارشاد

"الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں" (شمائم امدادیہ ص ۹۶)

باب چہارم

انبیاء واولیاء کے (بعطائے الٰہی) دور سے سننے کے بیان میں

❁❁❁❁❁❁❁❁

دور سے سننے پر پہلی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ﴾(الحج:۲۷)

جب ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے میرے خلیل! لوگوں کو حج کیلئے منادی کرو! لوگ آپ کے پاس آئیں گے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز کے راستوں سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ لوگ تو یہاں سے بہت دور ہیں میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿ علیک النداء وعلیک البلاغ ﴾ پکارنا آپ کا کام ہے اور آپ کی آواز کو ہر ایک تک پہنچانا میرا کام ہے، ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو پکارا کہ اے لوگو! اپنے رب کے گھر کا حج کرو، تو جو لوگ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے یا امہات (ماؤں) کے ارحام میں تھے سب نے حضرت خلیل علیہ السلام کی آواز کو سنا اور جس نے جتنی بار لبیک کہا اس کو اتنی بار حج کرنا نصیب ہوا اور نصیب ہوگا۔

تخریج:

یہ روایت مندرجہ ذیل کتابوں میں ہے: تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 3. تفسیر ابن جریر جلد نمبر 6. تفسیر نیشاپوری جلد نمبر 6. تفسیر کشاف جلد نمبر 3. تفسیر کبیر، تفسیر خازن جلد نمبر 3. تفسیر مدراک جلد نمبر 3. تفسیر قرطبی. تفسیر مظہری جلد نمبر 6. تفسیر روح المعانی جلد نمبر 6.

تفسیر البحر المحیط۔ تفسیر زاد المسیر۔ تفسیر احکام القرآن للجصاص جلد نمبر 3۔ تفسیر احمدی۔ تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر 3۔ تفسیر درمنثور جلد نمبر 4۔ تفسیر حسینی۔ تفسیر صاوی جلد نمبر 2۔ تفسیر جمل جلد نمبر 3۔ تفسیر ابوالسعود جلد نمبر 3۔ تفسیر بیضاوی، حاشیہ شہاب علی البیضاوی، شیخ زادہ، تفسیر ابن ابی حاتم، مستدرک علی الصحیحین میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً مروی ہے اور ذہبی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

وجہِ استدلال:

اگر دور سے پکارنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم نہ دیتے کہ تم لوگوں کو حج کیلئے پکارو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ پکارنا آپ کا کام ہے اور آپ کی آواز مبارک کو سب تک پہنچا دینا میرے ذمہ کرم پر ہے۔

یہاں وہابی حضرات کہتے ہیں کہ ان کی آواز مبارک کو تو اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ ہم بھی جب یارسول اللہ ﷺ کہتے ہیں تو اسی عقیدہ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری آواز نبی پاک ﷺ تک پہنچا دے گا اور گنگوہی صاحب بھی اپنے فتاوی میں تصریح کر چکے ہیں کہ اگر کوئی یارسول اللہ ﷺ اس نیت پر کہے کہ اللہ تعالیٰ میری آواز نبی پاک ﷺ تک پہنچا دے گا یا نبی پاک ﷺ کو باذنہ تعالیٰ انکشاف ہو جائے گا تو ایسی صورت میں یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک نہیں ہے۔ علمائے اہلِ سنت کی طرف سے اس توضیح اور گنگوہی صاحب کی تصریح کے بعد علمائے دیوبند کو اس عقیدے سے توبہ کر لینی چاہیے!!!!

اہلِ سنت کا عقیدہ:

دور سے سننا تو ایک طرف رہ گیا ہمارا اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو نزدیک سے بھی پکارے اور یہ سمجھے کہ یہ سننے میں مستقل ہے (کہ اللہ تعالیٰ نہ بھی چاہے تو سن سکتا ہے) تو وہ بھی مشرک ہے کیونکہ کوئی نزدیک سے سنتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سنتا ہے

ویسے نہیں سنتا۔ جب ہم نزدیک سے سننے میں بھی ہر ایک کو اللہ تعالی کا محتاج تسلیم کر رہے ہیں جب کہ نزدیک سے سننا حواسِ ظاہری کی بدولت ہے تو دور سے سننے میں جہاں عادی اسباب ختم ہوجاتے ہیں اس میں کسی کو مستقل کیسے سمجھیں گے؟؟؟

دوسری دلیل:

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے ﴿عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیء احبَّ الیّ ممّا افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرّب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الّذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سألنی لأعطینه ولئن استعاذنی لأعیذنّه﴾

بخاری شریف جلد نمبر .2. صفحہ نمبر .963 باب التواضع . مشکوۃ شریف جلد نمبر .1. صفحہ نمبر .178.

ترجمہ:

۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میری طرف سے اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگے گا تو اسے ضرور عطا

کروں گا اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے گا تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ کا تشریحی فرمان:

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں ﴿اذا صار نور جلال اللّٰہ سمعًا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرًا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدًا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب﴾ (تفسیر کبیر جلد نمبر.5. صفحہ نمبر.688)

ترجمہ:

جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس (بندۂ مومن) کی سمع ہو جاتا ہے تو دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

محققِ آلوسی کا ارشاد:

اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سید محمود آلوسی ارشاد فرماتے ہیں ﴿وذکروا انّ من القوم من یسمع فی اللّٰہ وللّٰہ وباللّٰہ ومن اللّٰہ جلّ وعلا ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ الیٰ آخرہ﴾

(روح المعانی پارہ نمبر.21. جلد نمبر.7. صفحہ نمبر.102)

ترجمہ:

عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم (اولیاء کرام) میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ میں اللہ کیلئے اللہ کے ساتھ اللہ سے سنتے ہیں وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے

ہیں جیسا کہ حدیث ﴿کنت سمعہ الذی﴾ میں وارد ہے۔

محققِ علی قاری رحمہ الباری کا ارشاد:

اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ علی قاری[مرقاۃ] میں فرماتے ہیں ﴿فرأی ان ما بہ الکمال من السمع والبصر وقوۃ القویٰ انّما ھو من آثار سمعہ وبصرہ وقدرتہ وقوتہ وامّا ھو فعدم محض﴾(مرقاۃ جلد نمبر.5. صفحہ نمبر.55)

ترجمہ:

پس وہ مقرب شخص یہ اعتقاد کرتا ہے کہ اس کی سمع بصر اور تمام قویٰ کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی سمع اور بصر اور قدرت وقوت کے آثار میں سے ہیں، رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔

امامِ شعرانی کا فرمان:

امام عبدالوہاب شعرانی اس حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿وقد اخبر الحق تعالیٰ انہ اذا احبّ عبدا کان سمعہ وبصرہ لکن قد یجمع اللہ تعالیٰ لمن یشاء فی ھذا المقام الصفات کلھا وقد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئا بعد شیء﴾ (الیواقیت والجواھر جلد نمبر.1. صفحہ نمبر.125)

ترجمہ:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع وبصر کا مظہر بن جاتا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کیلئے وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا ہے اور درجہ بدرجہ تھوڑی تھوڑی صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔

یہی مضمون حضرت داتا صاحب نے [کشف المحجوب] صفحہ نمبر.220. میں ،حضور غوث پاک نے [فتوح الغیب] صفحہ نمبر.231. میں ،حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح میں بیان فرمایا ہے۔اور یہی مضمون [نسیم الریاض] جلد نمبر.3. صفحہ نمبر.150. اور [فتح الباری] جلد نمبر.11. صفحہ نمبر.295. میں موجود ہے۔

یہی مضمون [انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ] میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صفحہ نمبر.43. میں بیان فرمایا ہے۔

اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں ﴿باید دانست کہ قرب دو قسم است قرب نوافل وقرب فرائض اما قرب نوافل ایں است کہ صفاتِ بشریۂ سالك ازوے زائل شوند وصفاتِ حق تعالیٰ بروے ظاھر آیند چنانچہ زندہ می گرداند مردہ را ومیراند زندہ را باذن اللہ تعالیٰ وبشنود وبیند از جمیع بدن خود وبشنود مسموعات را وبہ بیند مبصرات را از بعید وعلیٰ ھذا القیاس باقی صفات وے﴾

ترجمہ:

جاننا چاہیے کہ قرب دو قسم کا ہوتا ہے،قربِ نوافل اور قربِ فرائض۔قربِ نوافل یہ ہے کہ سالک کی بشری صفات اس سے زائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس پر ظاہر ہو جائیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ کو مار دیگا اور مردے کو زندہ کر دے گا اور دور سنے گا اور دیکھے گا اپنے پورے بدن کے ساتھ اور مسموعات کو دور سے سنے گا اور مبصرات کو دور سے دیکھے گا اور اس کی باقی صفات بھی اسی انداز کی ہوں گی۔ (ضیاءالقلوب صفحہ نمبر.30)

علامہ سید محمود آلوسی کا ارشاد:

علامہ آلوسی قول باری تعالیٰ ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ (البقرۃ:۳) ”متقی وہ ہیں جو غیب

پر ایمان رکھتے ہیں'' کے تحت فرماتے ہیں کہ غیب کا یقینی اور حتمی اقرار تو تبھی حاصل ہوگا جب غیب کا علم ہو اور اس کا علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس اشکال کا حل پیش کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا

﴿الغیب مشاهدة الکل بعین الحق فقد یمنح العبد قرب النوافل فیکون الحق سبحانه و تعالیٰ بصره الذی یبصر به و سمعه الذی یسمع به وقد یرقی من ذٰلک الی قرب الفرائض فیکون نورا فهناک یکون الغیب له شهودا والمفقود لدنیا عنده موجودا﴾ (روح المعانی جلد نمبر.1. صفحہ نمبر.107.)

ترجمہ:

علم غیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نورانی آنکھ کے ساتھ ہر چیز کا مشاہدہ کرنا کیونکہ کبھی بندے کو نوافل کا قرب عطا کیا جاتا ہے پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور کبھی اس سے ترقی کر کے قرب فرائض تک پہنچتا ہے تو پھر وہ سراسر نور بن جاتا ہے اس مقام پر پہنچ کر بندۂ محبوب کیلئے ہر غائب، حاضر کی طرح ہو جاتا ہے اور جو ہمار... لیے معدوم ہوتا ہے وہ اس کے سامنے آئینۂ حال میں موجود ہوتا ہے۔

حدیث [illegible] کی تشریح اکابرِ دیو بند کی زبان سے

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی کا ارشاد:

مولوی اسماعیل دہلوی اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کا اجمالی بیان یہ ہے جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور آگ کے شعلے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے اجزائے لطیفہ اس لوہے کے ٹکڑے کے نفسِ جوہر میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس کی شکل اور رنگت کو اپنے جیسا بنا لیتے ہیں اور گرمی اور جلانا جو آگ کی خاصیتوں میں سے ہے اس لوہے کے ٹکڑے کو بخش دیتے ہیں اس

وقت ضرور وہ لوہے کا ٹکڑا آگ کے انگاروں میں شمار ہو جاتا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ وہ لوہا اپنی حقیقت کو چھوڑ کر خالص آگ کی حقیقت سے بدل گیا ہے بلکہ یہ امر تو صراحۃً باطل ہے بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا فی الحقیقت لوہا ہی ہے مگر شعل ہائے ناریہ کے لشکروں کے ہجوم کی وجہ سے اس کا لوہا پن اپنے آثار واحکام سمیت بھاگ گیا اور جو آثار واحکام آگ پر مرتب ہوتے تھے وہی احکام وآثار سارے کے سارے بے کم وکاست اس لوہے کے ٹکڑے پر مرتب ہو سکتے ہیں اور یوں نہیں بلکہ وہ آثار واحکام اب بھی آگ ہی پر مرتب ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے لیکن آگ نے چونکہ اس لوہے کے ٹکڑے کو سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے اس لیے وہ آثار واحکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جا سکتے ہیں چنانچہ آیت کریمہ ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ (الکہف:۸۲) "حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس کام کو اپنے اختیار اور ارادہ سے نہیں کیا" میں اس کیفیت کا بیان ہے اور آیت کریمہ ﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا﴾ (الکہف: ۸۲) "سو تیرے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں یتیم بچے اپنی طاقت اور جوانی کو پائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں" جب کامل طالب اس مقام تک پہنچتا ہے تو حدیث قدسی ﴿كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها﴾ کا مصداق ہو جاتا ہے اور مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے ﴿لئن سائلني لاعطينه ولئن استعاذني لاعيذنه﴾

اسی سے ملتا جلتا مضمون [ارشاد الساری] شرح صحیح بخاری اور [طیبی] شرح مشکوۃ میں بھی موجود ہے۔

(۲) مولوی انور شاہ کشمیری کا ارشاد:

انور شاہ صاحب کہتے ہیں ﴿قوله تعالىٰ كنت سمعه بصيغة المتكلم يدل على انه لم يبق من المتقرب بالنوافل الاجسده وشبحه وصار المتصرف فيه الحضرة الالهيه فحسب﴾ (فیض الباری جلد نمبر.4. صفحہ نمبر.28.)

ترجمہ:

کیونکہ ﴿کنت سمعہ﴾ متکلم کے صیغہ کے ساتھ اس پر دال ہے کہ نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرنے والے کا صرف جسم اور ظاہری ڈھانچہ باقی رہ گیا ہے اور اس میں مدبر و متصرف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حدیثِ قدسی سے وجہ استدلال:

جب اولیاءِ کرام کو قرب نوافل کی وجہ سے یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں تو پھر نبی الانبیاء ﷺ کو بطریق اولیٰ یہ مقام حاصل ہوگا اور جب اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی صفت سمع اور صفت بصر کے مظہر بن جاتے ہیں تو پھر نبی پاک ﷺ جو سید المحبوبین ہیں آپ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بن سکتے؟ بلکہ ولیوں کو یہ مقام سرکار ﷺ کی عطا سے حاصل ہوتا ہے ﴿كما قال ﷺ الله يعطي وانّما انا قاسم﴾ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ) ''سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالی عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں''

نبی پاک ﷺ کے سماع عن البعید پر تیسری دلیل:

حضرت ابودرداء سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں ﴿اكثروا الصلوة عليّ يومَ الجمعة فانه مشهود تشهده الملئكته وان احدا لن يصلى عليّ الاعرضت على صلوته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرّم

علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت کے ساتھ درود بھیجو یہ ایسا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور بے شک کوئی بندہ میرے اوپر درود پاک نہیں بھیجے گا مگر اس کا درود پاک میری بارگاہ میں پیش ہوگا صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ پر وصال کے بعد بھی پیش ہوگا تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

تخریج، ائمۂ حدیث کی رائے:

مشکوٰۃ میں ہے رواہ ابن ماجہ، ملا علی قاری [مرقاۃ] میں فرماتے ہیں ﴿اسنادہ جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرہ﴾

حافظ ابن حجر [تہذیب التہذیب] میں فرماتے ہیں ﴿رواتہ ثقات﴾
(تہذیب التہذیب جلد نمبر.3. صفحہ نمبر.398.)

امام سخاوی فرماتے ہیں ﴿رجالہ ثقات﴾ (القول البدیع صفحہ نمبر.158)

حدیث مرسل کی حجیت......ایک علمی بحث

وہابیہ کے ایک شبہ کا ازالہ:

یہاں پر بعض وہابی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث کا سلسلہ سند منقطع ہے؟

اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ سند کا منقطع ہونا حدیث کی صحت کے منافی

نہیں ہے کیونکہ نورالانوار، حسامی، مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، توضیح تلویح، تحریر الاصول، کشف الاسرار شرح اصول بزدوی سب میں یہ تصریح موجود ہے کہ مرسل تابعی کی ہو یا تبع تابعی کی وہ حجت ہے، یہی امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب ہے علامہ ابن ہمام [فتح القدیر] شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ ﴿الانقطاع عندنا کالا رسال بعد صحة السند وثقة الرواة لا یضر﴾

ترجمہ:

انقطاع ہمارے نزدیک ارسال کی طرح ہے، سند کی صحت کے بعد اور راویوں کے ثقہ ہونے کے بعد یہ مضر نہیں ہے۔

اور حضرت ملا علی قاری [موضوعات کبیر] میں فرماتے ہیں ﴿والحدیث المنقطع حجة عندنا اذا صحّ سنده﴾ کہ منقطع حدیث ہمارے نزدیک سند کی صحت کی صورت میں حجت ہے۔

شرحِ حدیث:

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

﴿بالمکاشفة او بواسطة الملئکة﴾ (مرقاۃ جلد نمبر ۲)

"نبی پاک ﷺ کو کشف کے ذریعے علم ہوتا ہے یا فرشتوں کے پہنچانے سے" اور یہاں ﴿او﴾ منع الخلو کیلئے ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں شک ہے کہ نبی پاک ﷺ خود جانتے ہیں یا فرشتوں کے ذریعے جانتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو خود بھی دیکھتے ہیں ﴿کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُھُوْدًا﴾ (یونس:۶۱) "تم جو عمل بھی کرو ہم اس کا مشاہدہ کرنے والے ہیں" اور حدیث پاک میں آتا ہے ﴿تعرض اعمال الناس علی اللہ تعالیٰ فی یوم الاثنین والخمیس﴾ (مسلم شریف)

ترجمہ:

لوگوں کے اعمال سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں

جس طرح فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے خود جاننے کے منافی نہیں ہے، اسی طرح نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں فرشتوں کا درود وسلام پیش کرنا نبی پاک ﷺ کے خود سننے کے منافی نہیں ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه ﴾ (التوبہ:۱۰۵) ''آپ فرمایئے تم عمل کرو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کا رسول بھی''

یہ آیت اگرچہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا ﴿ العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد ﴾

اس کی مثال یوں ہے کہ دیوبندیوں کا وہ گروپ جو حیات انبیاء علیہم السلام کا قائل ہے، نبی پاک ﷺ سے بعداز وصال توسل کے اثبات پر یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ (النساء:۶۴) یہ آیت بھی تو منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو پھر اس سے کیوں استدلال کیا جاتا ہے؟ اگر وہاں آیت کا حکم عام ہے تو آیت کریمہ ﴿ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه ﴾ میں بھی حکم عام ہے۔ جس طرح وہ حضرات اس آیت کریمہ ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ کے اطلاق اور عموم سے بعداز وصال توسل اثبات کرتے ہیں اسی طرح آیت کریمہ ﴿ فسیری اللہ عملکم ورسولہ ﴾ سے بھی ثابت ہوگا کہ نبی پاک ﷺ ظاہری زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی امت کے احوال کو جانتے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اشکال یہ ہے کہ جو کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا کئی جگہ خود اہلِ سنت اس کلیے پر عمل نہیں کرتے مثلاً آیت کریمہ ﴿وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرہ:۴۸) اس آیت کریمہ سے بظاہر ہر کسی کی شفاعت کی نفی ہوتی ہے، علماء اہلسنت نے اس کا یہی جواب دیا ہے کہ یہ آیت کریمہ یہودیوں کے ساتھ خاص ہے کہ ان کے حق میں کسی کی شفاعت قبول نہیں ہے، یہاں خصوص مورد کا اعتبار کیا گیا ہے۔

اسی طرح جب آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ﴾ (آلِ عمران : ۱۸۸) مروان نے یہی آیت پڑھ کر حضرت عبداللہ ابن عباس سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ یہودیوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو چند جزئیات مل جاتی ہیں جو اصل قاعدے سے ہٹ کر ہوتی ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ان جزئیات کو دیکھ کر اس کلیے کو ہی باطل کر دیا جائے اس طرح تو کوئی قاعدہ بھی باقی نہیں رہے گا الا ماشاء اللہ نیز اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ آیت کریمہ ﴿فسیری اللہ عملکم ورسولہ﴾ کا یہ مطلب لیا جائے کہ نبی پاک ﷺ صرف منافقوں کے اعمال کو دیکھتے ہیں تو پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف منافقوں کے اعمال دیکھتا ہے کیونکہ دونوں کی رؤیت کا بھی منافقین میں حصر کرنا باطل ہے نیز اس پر احادیث صحیحہ شاہد عدل ہیں کہ نبی پاک ﷺ امت کے احوال کو جانتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ کی احوال امت سے واقفیت احادیث کی روشنی میں

(۱) مسلم شریف میں حدیث موجود ہے حضرت ابوذر راوی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿عرضت علی امتی باعمالها حسنها وسيئها فوجدت من محاسن اعمالها الاذى يماط عن الطريق فوجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تكون فی المسجد لا تدفن.﴾ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:

مجھ پر میری امت کے سب اعمال پیش کیے گئے اچھے بھی برے بھی۔ میں نے ان کے اچھے اعمال سے یہ اچھا عمل بھی پایا کہ تکلیف دہ چیز راستے سے دور کردی جائے اور برے اعمال سے یہ برا عمل پایا کہ ناک کی ریزش وغیرہ مسجد میں پڑی ہو اور اسے دفن نہ کیا جائے۔

(۲) اسی سلسلے میں ایک اور حدیث پاک پیش کرتے ہیں حضرت انس راوی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿عرضت علی اجور امتی حتی القذاة يخرجها الرجل من المسجد عرضت علی ذنوب امتی فلم ارذنبا اعظم من سورة من القرآن او آية اوتيها رجل ثم نسيها﴾

(مشکوۃ شریف. ابو دائود. ترمذی شریف)

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں حتی کہ وہ تنکا جو آدمی مسجد سے باہر نکال دے اور میرے اوپر میری امت کے گناہ بھی پیش کیے گئے تو سب سے بڑا گناہ میں نے یہ دیکھا کہ کسی آدمی کو قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا کوئی آیت یاد ہو اور وہ اس کو بھلا دے۔

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے اور [تنقیح الرواۃ] میں کہا گیا ہے کہ

اس حدیث کی سند صحیح ہے

(۳) اسی موضوع پر ہم ایک اور حدیث پاک پیش کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿حیاتی خیر لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم وما وجدت من خیر حمدت اللہ علیہ وما وجدتُ من سیی استغفرت اللہ لکم﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے سارے اعمال میرے اوپر پیش کیے جائیں گے پس جو اچھے اعمال ہوں گے ان کو دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور اگر برے اعمال ہوں گے تو ان کو دیکھ کر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کروں گا۔

یہ حدیث پاک [مسند بزار] میں موجود ہے علامہ ہیثمی [مجمع الزوائد] میں فرماتے ہیں

﴿رجالہ رجال الصحیح﴾ (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں ﴿باسناد جیّد.﴾ (زرقانی)

ایک اور اشکال کا جواب:

وہابی حضرات اس آیت کریمہ کے معارضہ میں ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں ﴿قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون﴾ اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر تو سارے مومنین بھی نبی پاک ﷺ کے ساتھ صفت علم میں شریک ہو گئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ﴿المومنون﴾ پر الف لام عہد خارجی کا ہے تو مراد مومنین کاملین ہیں جس طرح حدیث قدسی میں آتا ہے ﴿کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ﴾ اور اس حدیث قدسی کی تشریح ہم علماء و محدثین کی زبانی گزشتہ اوراق میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ انوار الٰہیہ سے منور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار سے دیکھتے سنتے ہیں اسی طرح

فرمان رسول ﷺ ﴿اتقوا فراسة المومن فانّه ينظر بنور الله﴾ میں لفظ المومن سے مراد ہر مومن نہیں ہے بلکہ مومن کامل مراد ہے تو آیت کریمہ میں بھی ﴿المومنون﴾ سے مراد مومنین کاملین ہوں گے۔ نیز ہمارا استدلال اس آیت کریمہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ ۱۴۳:) ''اور رسول کریم ﷺ تمہارے اوپر نگہبان گواہ ہوں گے''

مفسرین کرام مثلاً امام سیوطی، امام رازی. امام ابوسعود. علامہ جمل. علامہ قرطبی. علامہ بیضاوی. علامہ آلوسی. علامہ نسفی. علامہ خازن. علامہ بغوی . علامہ ابن جوزی امام ابن جریر طبری .امام نیشاپوری .علامہ اسماعیل حقی. علامہ ثناء اللہ پانی پتی .اور حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ ابوحیان اندلسی. یہ سب اپنی اپنی تفاسیر میں اس آیت کریمہ کا یہی معنی کرتے ہیں۔

دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اپنی امت کے احوال سے پورے واقف ہیں۔

اس بحث میں ہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پیش کرتے ہیں کیونکہ ﴿کلام الامام امام الکلام﴾ ''امام کا کلام کلاموں کا امام ہوتا ہے'' حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ﴿وباشد رسول شما بر شما گواه زيرا كه او مطلع است بنور نبوت بر رتبهٔ هر متدين بدين خود كه در كدام درجه از دين من رسيده و حقيقت ايمان او چيست وحجاب كه بداں از ترقى محجوب مانده است كدام است پس او مى شناسد گناهان شمارا و درجات ايمان شمارا اعمال نيك وبد شمارا واخلاص و نفاق شمارا پس بشهادت او در دنيا بحكم شرح در حق امت مقبول وواجب العمل است﴾ (تفسیر عزیزی۔ جلد نمبر.1. صفحہ نمبر.518)

ترجمہ:

یعنی تمہارے رسول ﷺ تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ آپ ﷺ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہیں کر سکا وہ کون سا ہے پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال کو اور اخلاص و انفاق کو اچھی طرح پہچانتے ہیں پس آپ ﷺ کی شہادت امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے

اس بحث کے آخر میں ہم علی سبیل التنزل عرض کرتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿فسیری اللہ عملکم ورسولہ﴾ میں اگر خصوص مورد کا ہی اعتبار کر لیا جائے پھر بھی نبی پاک ﷺ کیلئے منافقوں کا علم ثابت ہو جائے گا اور دیوبندی حضرات نبی پاک ﷺ کیلئے منافقین کا علم تسلیم نہیں کرتے بہر صورت یہ آیت کریمہ ان کے مذہب کے خلاف ہے عموم الفاظ کا اعتبار کریں پھر بھی پھنستے ہیں اور خصوصِ مورد کا کریں پھر بھی کوئی چارہ نہیں!!

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را ، بلائے صحبت لیلیٰ و داغِ فرقتِ او

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے سننے پر چوتھی دلیل:

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ما من احد یسلّم علیّ الّا ردّ اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام﴾

تخریج و اقوالِ ائمہ حدیث:

مشکوٰۃ۔ ابوداؤد۔ مسند امام احمد۔ امام نووی نے [کتاب الاذکار] صفحہ نمبر.106. میں فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے حافظ ابن حجر [فتح الباری] میں فرماتے ہیں ﴿رواتہ ثقات﴾ تنقیح الرواۃ جلد نمبر.1. میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میرے روح پاک میری طرف متوجہ کرتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام خفاجی کا ایمان افروز اور باطل سوز ارشاد:

علامہ شہاب الدین خفاجی [نسیم الریاض] میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿والمراد بالسلام قولهم الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله ﷺ نسیم الریاض جلد نمبر.3. صفحہ نمبر.499﴾ مزید اشارہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو روضۂ انور پر جا کر سلام کرے آپ اسی کا جواب دیتے ہیں اور دور سے پکارنے والے کا جواب نہیں دیتے اس لیے کہ قبر میں تو ہر مسلمان سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

قارئین کی تشفی کیلیے ہم خفاجی کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں ﴿وما قيل انّ ردّه ﷺ مختص بسلام زائره لعموم الحديث فدعوى التخصيص محتاج الى الدليل ويردّه ايضا الخبر الصحيح ما من احد يمر بقبر اخيه المومن كان يعرفه في الدنيا فيسلّم عليه الّا عرفه وردّ عليه السلام فلو اختص ردّه ﷺ بزائره لم يكن له خصوصية لما علمت ان غيره يشاركه في ذلك قال ابو اليمن ابن عساكر واذا جاز ردّه ﷺ على من يسلّم عليه من الزائرين لقبره جاز ردّه على من يسلّم عليه من جميع الآفاق من امّته على بعد مسافة﴾

ترجمہ:

یہ جو کہا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ صرف اسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں جو آپکے روضۂ انور کی زیارت کرے یہ دعوٰی مردود ہے اور اس کو یہ حدیث صحیح بھی رد کرتی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی بھی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو

اگر وہ مسلمان اس کو دنیا میں پہچانتا تھا تو اب بھی اس کو پہچان لے گا اور اس کے سلام دینے پر جواب بھی دیگا تو اگر نبی پاک ﷺ بھی صرف قبر پر حاضر ہونے والے کا جواب دیں تو پھر آپ کی کونسی خصوصیت ہوگی اور ابن عساکر فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ کیلئے زائر کے سلام کا جواب دینا ممکن ہے تو پھر تمام دنیا میں سلام عرض کرنیوالوں کے سلاموں کا جواب دینا بھی ممکن ہے۔(نسیم الریاض جلد نمبر.3. صفحہ نمبر.500)

مولوی سرفراز صفدر صاحب کی تشریح:

مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند جو آجکل کے منکرین کے پیشوا ہیں وہ بھی اپنی کتاب [تسکین الصدور] میں اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ بات بالکل قرینِ قیاس ہے کہ پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(تسکین الصدور، طبع دوم صفحہ نمبر.293.)

عربی کا مشہور مقولہ ہے ﴿الفضل ما شهدت به الاعداء﴾ ''بڑائی وہ ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں'' اور نبی پاک ﷺ کا فرمان مبارک کتنا سچا ہے کہ ﴿ان اللّٰه ليئويد هذا الدين بالرجل الفاجر﴾ (مشکوٰۃ۔ بخاری) ''اللہ تعالی فاسقوں کے ذریعے بھی اس دین کی تقویت کا سامان کرے گا'' جو آدمی پوری زندگی یہ کہتا رہا کہ اس عقیدہ سے یارسول اللہ ﷺ کہنا کہ نبی پاک ﷺ دور سے سنتے ہیں یہ عقیدہ کفر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قلم سے بھی لکھوا دیا کہ جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے وہ فرشتے کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث پاک کا محمل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

﴿يتولد من هذا الجواب جواب آخر وهي ان تكون الروح كناية عن السمع

بحیث ان اللّٰہ یردّ علیہ سمعہ الخارق للعادۃ بحیث یسمع سلام کل مسلم وان بعد قطرہ کما کان یسمع اطیط السماء﴾ (الحاوی للفتاوی)

ترجمہ:

اس جواب سے دوسرا جواب پیدا ہوتا ہے کہ ردِّ روح (روح کے لوٹانے) سے مراد نبی پاک ﷺ کی خارقِ عادت قوت سماعت مراد ہو کہ آپ ہر سلام دینے والے کے سلام کا جواب دے دیں اگرچہ وہ بعید مسافت سے ہی سلام کیوں نہ پیش کر رہا ہو جس طرح نبی پاک ﷺ دنیا میں آسمان کے چڑچڑانے کی آواز سنتے تھے۔ اب ہم وہ حدیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس کی طرف امامِ سیوطی علیہ الرحمۃ نے اشارہ فرمایا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے سننے پر پانچویں دلیل:

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿انّی اری مالاترون واسمع مالاتسمعون أطت السماء و حق لھا أن تئط ما فیھا موضع اربع أصابع الاوفیہ ملک واضع جبھتہ ساجدا للّٰہ تعالیٰ الخ﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے (اس کی دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ) آسمان سے چڑچڑانے کی آواز آتی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ ایسی آواز آئے کیونکہ اس میں چار انگل کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہ ہو۔

تخریج، اقوالِ ائمہ حدیث:

یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے: ترمذی جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.55. ابن ماجہ جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.319. مستدرک جلد نمبر.4. مستدرک جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.532.

امام حاکم اور ذہبی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، مسند امام احمد جلد نمبر.5. شرح السنۃ. شفاء شریف صفحہ نمبر.111. نسیم الریاض جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.138.

حدیث کی تشریح امامِ زرقانی کے قلم سے:

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿اما سمعه الشریف فحسبک انّه قد قال ﷺ انی اری مالاترون واسمع مالاتسمعون فهو صریح فی قوة سمعه وقوی ذٰلک بقوله اطت السماء الخ وفی بعض الروایات انی لاسمع اطیط السماء فا الظاهر حمله علی الحقیقه فانّه امر ممکن ولایتم الدلیل الّا به والفاظه ﷺ یجب بقاء ها علٰی ظاهر ها الالمانع ولا مانع ههنا فکیف اذا کان الصرف عن الظاهر یفوّت المقصود﴾

ترجمہ:

پس نبی پاک ﷺ کی قوتِ سماعت کے بارے میں تیرے لیے نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد کافی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور آپ نے اپنے اس فرمان کو دلیل کے ساتھ ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آسمان کے چڑ چڑانے کی آوازیں سنتا ہوں پس ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث پاک کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے کیوں کہ نبی پاک ﷺ کے فرمان کو جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے حقیقت پر محمول کرنا واجب ہے اور یہاں کوئی مانع نہیں ہے تو پھر ایسی صورت میں حقیقت سے عدول کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے جب کہ اس صورت میں مقصد ہی فوت ہوجائے۔

(زرقانی جلد نمبر.4. صفحہ نمبر.89. کذا فی المرقاۃ جلد نمبر.5. صفحہ نمبر.112)

وجہ استدلال:

یہاں نبی پاک ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں صرف ایک آسمان کی آوازیں سنتا

ہوں بلکہ لفظ ﴿السماء﴾ استعمال فرمایا جس پر الف لام جنس کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نبی پاک ﷺ ساتوں آسمانوں کی آوازیں سنتے ہیں۔

علامہ زرقانی بھی یہی فرماتے ہیں ﴿السماء ای جنسها فالمراد السبع﴾ اب دیکھنا یہ ہے کہ زمین اور سات آسمانوں کے درمیان کتنی دوری اور مسافت ہے۔ پہلا آسمان یہاں سے پانچ سو سال کی راہ ہے اور اس کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے اور اس کے اور دوسرے آسمان کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ بھی پانچ سو سال کی راہ ہے علی ھذا القیاس ہر ہر آسمان کی موٹائی اور اس اگلے آسمان کی راہ پانچ پانچ سو سال کی راہ ہے۔

یہ ساری تفصیل ترمذی شریف میں موجود ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، تنقیح الرواۃ میں بھی اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

جب اتنی دور سے سن سکتے ہیں تو چند ہزار میل دور موجود اپنے امتی کی آواز کیوں نہیں سن سکتے اور جب اس دنیا میں ہوتے ہوئے قوتِ سماعت کا عالم یہ تھا تو بعد از وصال اس میں کتنا اضافہ اور کتنی ترقی ہوئی ہوگی جب کہ آیہ مبارکہ ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (الضحیٰ:۴) میں ہر آنے والے لحہ میں آپ کے لیے نئے نئے مدارج و مقامات کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ﴾ (ابراہیم:۷) "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور نعمتوں میں اضافہ کروں گا" اگر عام مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکریہ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمت میں اضافہ فرماتے ہیں تو نبی پاک ﷺ جو سید الشاکرین ہیں کیا آپ کے دور سے سننے کی شان ہر لحہ زیادہ ہو یا نہیں؟ کیونکہ دور سے سننا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور سرکار ﷺ نے آیت کریمہ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ (الضحیٰ: ۱۱) پر عمل کرتے ہوئے اپنے اس مقام کو بیان کیا، نیز غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون﴾ آپ نے

مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا جو دوام تجدد کیلئے آتا ہے اور اس کے اندر حال استقبال دونوں معنی پائے جاتے ہیں، لہذا ان الفاظ سے حضور پر نور ﷺ کا ہر ان اوصاف سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دور سے سننے پر چھٹی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿بینما جبرئیل قاعد عند النبی ﷺ اذ سمع نقیضا من السماء﴾ اور بعض طرق میں آیا ہے ﴿من فوقہ فرفع راسہ فقال ھذا باب من السماء فتح لم یفتح قط الا الیوم ثم نزل منہ ملک فقال ھذا ملک نزل من السماء الی الارض لم ینزل قط الا الیوم﴾ (مسلم شریف جلد نمبر.1. صفحہ نمبر.271)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، نبی پاک ﷺ نے آسمان سے ایک آواز سنی پس آپ نے سر اقدس کو اوپر اٹھایا اور فرمایا یہ دروازہ آسمان کا آج کھولا گیا ہے آج سے پہلے نہیں کھولا گیا پھر فرشتہ نازل ہوا تو آپ نے فرمایا یہ فرشتہ زمین کی طرف آج اترا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔

وجہ استدلال:

جب نبی کریم ﷺ یہاں بیٹھے ہوئے آسمانوں کے دروازوں کے کھلنے کی آوازیں سنتے ہیں تو پھر آپ روضۂ انور میں ہوتے ہوئے امتیوں کے درود وسلام کیوں نہیں سن سکتے حالانکہ اس وقت آپکی روح اقدس بدن شریف سے حلولی تعلق رکھتی تھی اور اب اس کو تقابل والا تعلق حاصل ہے اور کامل تجرد حاصل ہے اور زمین کے اندر بسنے والوں کا شرق وغرب میں آپ سے صرف بارہ بارہ ہزار میل کا فاصلہ ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

وہابی حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال تب ہو سکتا ہے جب ﴿سمع﴾ اور ﴿قال﴾ کی ضمیروں کا مرجع نبی پاک ﷺ ہوں حالانکہ علامہ طیبی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ ان ضمیروں کا مرجع جبرئیل علیہ السلام ہیں کیونکہ جبرئیل علیہ السلام آسمانوں کے احوال بہتر جانتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی دوسری احادیث اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ہی آسمان کے دروازے کے کھلنے کی آواز کو سنا اور آپ نے ہی ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتہ آج زمین پر آیا ہے آج سے پہلے نہیں آیا ہم بطور نمونہ چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

مظاہرِ آسمانی، سیاحِ لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

(۱) نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ﴿انی رایت الجنة فتناولت منها عنقودا لو اخذته لاکلتم منه ما بقیت الدنیا﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا میں نے اس کے خوشے کو پکڑ لیا اگر میں اس کو لے لیتا تو تم قیامت تک اس کو کھاتے رہتے۔

(بخاری شریف صلوۃ الکسوف جلد نمبر 1)

جب نبی پاک ﷺ یہاں بیٹھے ہوئے جنت کو دیکھ سکتے ہیں جو سات آسمانوں کے پار ہے تو آپ آسمانوں کے احوال پر مطلع کیوں نہیں ہو سکتے؟ نیز اس حدیث سے جنت کا سرکار کے زیرِ تصرف ہونا بھی معلوم ہوا

(۲) ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے ﴿ما من شیء کنت لم اره الا وقد رایته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار﴾

ترجمہ:

کائنات کی جو چیز بھی پہلے میں نے نہیں دیکھی تھی اب اس کو میں نے دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم کو بھی میں نے دیکھ لیا۔

جب جنت اور جہنم نبی پاک ﷺ سے مخفی نہیں ہے تو آسمانوں کے احوال آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں؟ (بخاری شریف جلد نمبر 1.)

(۳) حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان موعدکم الحوض وانی لا نظر الیہ وانا فی مقامی ھذا﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ:

تمہاری اور میری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور اس کو میں یہاں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

حالانکہ وہ حوض صدیوں بعد قیامت کے دن میدان محشر میں رکھا جائیگا تو جب نگاہ مصطفےٰ ﷺ سے حوض کوثر بھی مخفی نہیں ہے تو آپ آسمان کے احوال کو کیوں نہیں جانتے؟

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیٰمۃ کانّھا انظر الی کفی ھذہ﴾

ترجمہ:

بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے کر دیا ہے اور بے شک دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے میں اس کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔

تخریج:

[illegible]

خصائص کبریٰ۔ تفسیر صاوی۔ مجمع الزوائد جلد نمبر 8۔ مواہب لدنیہ۔ کنز العمال۔

وجہ استدلال:

یہاں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں پوری دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور لفظ دنیا ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو شامل ہے۔

گھر کا چراغ:

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ (البقرہ:۳۱) کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر فرشتوں کو فرمایا اگر تم اپنے اس دعوی میں سچے ہو کہ ہم خلافت کے مستحق ہیں تو تم ان چیزوں کے نام بتاؤ ان فرشتوں میں جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل وعزرائیل علیہم السلام بھی موجود تھے لیکن تمام فرشتوں نے عجز کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا ﴿لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ (البقرہ: ۳۲) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیائے عالم پر مطلع کر دیا تھا جب آدم علیہ السلام کو تمام اشیائے عالم کا علم حاصل ہے تو نبی پاک ﷺ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ (آل عمران:۸۱) کہ نبی پاک ﷺ پہلے انبیاء کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تصدیق آپ ﷺ ان کی تب ہی فرما سکتے ہیں جب آپ کے پاس علم ہو کہ ان کے پاس کیا ہے تو آپ کو یہ علوم حاصل کیوں نہیں ہونگے؟ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم پر آپ کا علم اقدس محیط ہے اور ان کے علاوہ اسرار ورموز اور ذات صفات خداوندی کے علم وادراک میں آپ ان پر فوقیت بھی رکھتے ہیں۔

بانی دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم کے جامع ہیں اور انہوں نے اسی آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

(ملاحظہ ہوتحذیر الناس صفحہ نمبر.10.)

نیز نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ صرف اپنی امت کے نبی نہیں ہیں بلکہ تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں نیز وہ لکھتے ہیں کہ انبیاء اگر اپنی امتوں سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ہوتے ہیں عمل میں تو امتی ان سے بڑھ بھی جاتے ہیں تو بقول نانوتوی صاحب نبی پاک ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انبیاء اگر امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ہوتے ہیں تو اس دلیل کی رو سے نبی پاک ﷺ کے علوم تمام انبیاء سے زیادہ ہونے چاہیں (ورنہ تو دیوبند کے انوکھے امتیوں کے بقول نبی کسی لحاظ سے بھی امت سے ارفع واعلی نہیں رہے گا (معاذ اللہ) نیز نانوتوی صاحب نے حدیث نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ﴿علمت علم الاوّلین والاٰخرین﴾ مجھ کو اولین وآخرین کے علوم عطا کر دیئے گئے ہیں اور نانوتوی صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں علوم اولین اور ہیں اور علوم آخرین اور ہیں اور وہ سب نبی پاک ﷺ میں جمع ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہ﴾ (الانعام: ۹۰) اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو فرمایا کہ تم تمام انبیاء کی خوبیاں اپنے اندر جمع کرلو اور یہ ناممکن ہے کہ نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل نہ کریں لہذا جو کمالات فرداً فرداً سب انبیاء علیہم السلام میں موجود تھے وہ آپ میں سارے کے سارے جمع ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر.7)

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ (الانعام:۷۵) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کو اتنا طاقتور بنا دیا تھا کہ انہوں نے تمام زمینوں اور تمام آسمانوں کا مشاہدہ کرلیا تھا اور تمام مفسرین نے اس بات کی صراحت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام کائنات کا علم عطا فرمایا تھا

تخریج:

اس تفسیر کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ ہوں: تفسیر کبیر۔ تفسیر خازن۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر قرطبی۔ تفسیر جمل۔ تفسیر صاوی۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر در منثور۔ تفسیر البحر المحیط۔ تفسیر زاد المسیر۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر روح المعانی۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر ابن جریر۔ تفسیر نیشا پوری۔ تفسیر ابو سعود۔ تفسیر عنایت القاضی۔ تفسیر مدراک۔ شیخ زادہ علی البیضاوی۔

ان سب حضرات نے تصریح کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو پوری کائنات کا علم بطور عین الیقین حاصل ہوگیا تھا۔

دیوبندیوں وہابیوں کی معتمد علیہ تفسیر ابن کثیر کے اندر بھی یہی مضمون موجود ہے اور دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام کائنات علوی وسفلی کی گہرائیوں پر مطلع کردیا تھا۔

وجہ استدلال:

ابراہیم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے تو نبی کریم ﷺ کے علم کا کیا حال ہوگا؟ نیز نبی پاک ﷺ کا فرمان اقدس ہے ﴿رایت ربّی عزّوجلّ فی احسن صورۃ قال فیم یختصم ملاء الاعلی قلت ربّ انت اعلم فوضع کفّہ بین کتفیّ فوجدت بردانامله بین ثدیّ فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ کی زیارت بہت اچھی

حالت میں کی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ فرشتے کس مسئلے میں بحث کر رہے تھے؟ میں نے عرض کیا یا اللہ! تو بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے لائق اپنے دست قدرت میرے دو کاندھوں کے درمیان رکھے پس میں نے ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی پس جو کچھ آسمانوں میں تھا وہ بھی جان لیا اور جو کچھ زمینوں میں تھا وہ بھی جان لیا۔

تخریج و اقوالِ ائمۂ جرح و تعدیل:

یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب میں ہے مشکوٰۃ۔ ترمذی۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔ طبرانی۔ شفا شریف۔ نسیم الریاض۔ شرح السنہ، تمہید شرح موطا امام مالک۔ مصنف عبدالرزاق۔ الاسماء والصفات للبیھقی۔ مصنف عبدابن حمید۔ مسند ابویعلیٰ جلد نمبر۔3۔ ابن مردویہ اور تفسیر ابن جریر جلد نمبر۔7۔ صفحہ نمبر۔23۔ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر۔3.4۔ تفسیر مظہری جلد نمبر۔8۔ تفسیر روح المعانی پارہ نمبر۔15۔ تفسیر در منثور جلد نمبر۔2۔ تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر۔3۔ تفسیر خازن جلد نمبر۔3۔

حافظ ابن کثیر اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں ﴿اسناده علی شرط الشیخین﴾ (ابنِ کثیر جلد ۴)

امام بغوی فرماتے ہیں ﴿اسنادہ حسن﴾ شرح السنہ جلد نمبر۔3۔

علامہ ابن جوزی جن کا شمار متشدد محدّثین میں ہوتا ہے اور وہ اچھی بھلی حدیثوں کو موضوع بنا ڈالتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں ﴿اسنادہ حسن﴾ ملاحظہ ہو العلل المتناہیہ جلد نمبر۔1۔ صفحہ نمبر۔20۔

حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں ﴿باسناد جید﴾ مرقاۃ جلد نمبر۔3۔

علامہ طیبی ارشاد فرماتے ہیں ﴿رواہ مالک ابن یخامر معاذ بن جبل وھو اسناد جید﴾ الکاشف عن حقائق السنن جلد نمبر۔2۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال جلد نمبر 3.

علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد

حافظ ابن عبدالبر تمہید میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حوالہ جات ہم نے بطور اختصار پیش کیے ہیں جو حضرات اس حدیث کی صحت کے سلسلے میں مزید تفصیلات کے طالب ہوں وہ راقم کی کتاب [عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ] جو مولوی صفدر کی کتاب [عبارات اکابر] کے جواب میں لکھی گئی ہے اس کا مطالعہ کریں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک میں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں زمین وآسمان میں جو کچھ ہے جانتا ہوں۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿فعلمت ما فی السموٰت والارض﴾ اس کا مطلب یہ ہے ﴿فعلمت ما فیھا من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات﴾ یعنی میں نے جو کچھ بھی زمین وآسمان میں تھا چاہے وہ ذوات تھیں یا صفات تھیں، ظاہر چیزیں تھیں یا چھپی ہوئی چیزیں تھیں سب کو جان لیا۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے آسمانوں میں موجود تمام فرشتوں کو بھی جان لیا اور وہ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ﴿فعلمت ما فی السموٰت والارض﴾ کے فرمانے کے بعد جو آیت کریمہ تلاوت فرمائی ﴿کذلک نری ابراھیم الخ﴾ اس آیت کی تلاوت فرمانے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے آیت سے

استدلال اس وجہ سے کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھائیں اسی طرح میرے اوپر بھی تمام غیوب کے دروازے کھول دیئے۔

ہم علامہ طیبی کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں ﴿انّہ تعالیٰ کما اریٰ ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض وکشف لہ ذٰلک کذٰلک فتح علیّ ابواب الغیوب﴾

اس عبارت کو ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور مولوی ادریس کاندھلوی نے التعلیق الصبیح میں بھی نقل کیا ہے۔

علامہ طیبی کا بیان فرمودہ لطیف نکتہ:

نیز علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے علم کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے علم کو تشبیہ دی گئی ہے اور علم بیان کا قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے لہذا سرکار کا علم ان کے علم سے زیادہ ہونا چاہیے اور سرکار ﷺ کا علم اقویٰ کیسے ہوگا؟

اس کا جواب دیا کہ نبی پاک ﷺ نے پہلے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا پھر آپ کو پوری کائنات کا علم حاصل ہوا اور ابراہیم علیہ السلام نے پہلے کائنات کیا مشاھدہ کیا پھر باری تعالیٰ کے وجود کامل یقین حاصل کیا وہ فرماتے ہیں ﴿بینھما بون بائن﴾ ان دونوں میں واضح فرق ہے

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر مکی نے ارشاد فرمایا:

﴿قال ابن حجر جمیع الکائنات الّتی فی السمٰوٰت بل وما فوقھا وجمیع ما فی الارضین سبع بل وما تحتھا﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمام کائنات کو جان لیا جو سات آسمانوں میں تھی بلکہ جو اس سے بھی اوپر تھی اور سات زمینوں میں جو کچھ تھا اس کو بھی جان لیا بلکہ جو اس کے

نیچے بھی تھا اس کو بھی جان لیا۔

نوٹ:

وہابی حضرات کے اعتراض کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ حدیث پاک جس کے اندر ہے کہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور وہاں سے ایک فرشتہ اترا جو پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا تھا اس میں آسمان کے کھلنے کی آواز اور فرشتے کے آنے کا علم اور اس بات کا علم کہ یہ فرشتہ پہلے کبھی نہیں آیا جبرئیل علیہ السلام کو ہے کیونکہ وہ آسمان کے احوال بہتر جانتے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے علامہ طیبی کا حوالہ دیا تھا ہم نے علامہ طیبی کے حوالہ سے ہی ثابت کر دیا کہ نبی پاک ﷺ آسمانوں اور زمینوں کے سب احوال کو جانتے ہیں اگر وہابی حضرات کو علامہ طیبی کی ذات پر اعتماد ہے تو ہمارے نقل کردہ حوالوں کو قبول کر لینا چاہیے۔

اس سلسلے میں ہم ایک اور حدیث پاک پیش کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا

﴿اطّلعت فی الجنّة فرأیت أکثر اهلها الفقراء واطّلعت فی النّار فرأیت أکثر أهلها النّساء﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ:

میں نے جنت کے اندر جھانکا تو میں نے وہاں زیادہ تعداد فقراء کی دیکھی اور جہنم کے اندر جھانکا تو وہاں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی۔

جب نبی کریم ﷺ جنت دوزخ کے احوال سے باخبر ہیں تو آسمانوں کے احوال سے آپ بطریق اولیٰ باخبر ہونگے۔

نیز ہم نے جو پانچویں دلیل پیش کی تھی کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور آسمان سے چرچرانے کی آواز آرہی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ آئے کیونکہ اس میں ذرہ برابر کوئی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہ ہو اس حدیث پاک سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث پاک کہ ﴿بینما جبرئیل قاعد عند النبی ﷺ اذ سمع نقیضا من فوقه الخ﴾ نبی پاک ﷺ کے آسمانوں کے جاننے پر دلالت کرتی ہے۔

نیز یہ امر قابل غور ہے کہ حدیث پاک میں جو الفاظ آئے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ ﴿بینما جبرئیل قاعد عند النبی ﷺ اذ سمع نقیضا من السماء فرفع راسه فقال﴾ اگر ﴿سمع وقال﴾ کی ضمیروں کی مرجع جبرئیل علیہ السلام ہوں تو مرجع بعید ہوگا اور اگر ان ضمیروں کا مرجع نبی پاک ﷺ کی ذات ہو تو پھر مرجع قریب ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع قریب ہونا چاہیے۔

نیز ملا علی قاری اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اور مولوی ادریس کاندھلوی نے اپنی مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ ان ضمیروں کا مرجع نبی پاک ﷺ کو بنانا زیادہ مناسب ہے

حاجی امداد اللہ صاحب کا چشم کشا قول:

نیز شمائم امدادیہ میں حاجی امداداللہ صاحب کا قول ہے جس کو اشرف علی تھانوی نے نقل کیا ہے کہ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک ہندو نے قبل از اسلام اتنی محنت کی تھی کہ اس کی نظر چودہ طبق تک پہنچتی تھی۔ (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۱۱۶)

غور کرنے کی بات ہے کی جب ہندو کی نظر اتنی وسیع ہو سکتی ہے کہ سات آسمان سات زمینوں تک پہنچ سکتی ہے تو نبی پاک ﷺ کی نگاہ اقدس آسمان تک کیوں نہیں پہنچ سکتی جو خدا اپنے دشمنوں کو یہ کمال دے سکتا ہے وہ سید المحبوبین کو یہ کمال کیوں نہیں دے سکتا۔

دوستاں را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمناں نظر داری

نیز گزارش یہ ہے کہ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا وضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم

یارسول اللہ ﷺ! دنیا اور آخرت آپ کی سخاوت کا ادنیٰ شاہکار ہے لوح وقلم کا علم آپ کے علم کا ایک حصہ ہے۔

نوٹ:

اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ الہام ربانی سے لکھا گیا ہے اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں یہ قصیدہ پڑھا جارہا تھا اور آپ سن کر خوش ہو رہے تھے اب دیکھنا یہ ہے کہ لوح قلم کے علوم کتنے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام:۵۹) ہر خشک وتر چیز لوح محفوظ میں موجود ہے نیز فرمایا ﴿كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِي اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یٰس:۱۲) ہر چیز ہم نے لوح محفوظ میں بیان کر دی اور ﴿وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سبا:۳) ہر چھوٹی بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے نیز فرمایا ﴿مَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (النمل:۷۵) ہر وہ چیز جو زمین وآسمان میں غائب ہے وہ لوح محفوظ میں ہے

جب لوح محفوظ کا علم اتنا ہے اور لوح محفوظ کا علم نبی پاک ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے تو پھر سرکار ﷺ کے علم کا کیا حال ہوگا؟

اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے شیخ زادہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں ﴿لعل اللہ اطلعه علی جمیع ما فی اللوح وزاده ایضا لانّ اللوح والقلم متناهیان فما فیهما متناه ویجوز احاطة المتناهی بالمتناهی هذا علیٰ قدر فهمک واما من اکتحلت بصیرته بالنور الالهی فیشاهد بالذوق ان علم اللوح والقلم کما هی جزء من علم اللّٰه تعالیٰ کذلک جزء من علم النبی ﷺ لانه علیه السلام عند الانسلاخ عن البشریة کما لایسمع ولا یبصر ولا یبطش ولاینطق الابه جلّت

قدرته وعمت نعمته كذلك لا يعلم الا بعلم الله الذى لا يعزب عنه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء كما اشار اليه بقوله تعالىٰ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو تمام لوح محفوظ پر مطلع کر دیا ہے اور اس سے زیادہ علم بھی عطا فرمایا ہے کیونکہ لوح وقلم متناہی ہیں اور متناہی متناہی کا احاطہ کرسکتا ہے فرماتے ہیں یہ بات تو ہم نے تیرے عقل کے مطابق کی ہے لیکن جس کی بصیرت نور الٰہی سے منور ہوگی وہ اپنے ذوق کی وجہ سے اس بات کا مشاہدہ کرلے گا کہ لوح وقلم کا علم جس طرح اللہ تعالیٰ کے علم کا جزء ہے اسی طرح نبی پاک ﷺ کے علم کا بھی جزء ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ بشریت سے منسلخ ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے ذریعے سنتے تھے اور اسی کے ذریعے دیکھتے اور اسی کے ذریعے بولتے اور اس کی دی ہوئی طاقت سے پکڑتے اسی طرح آپ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ذریعے علوم کو جانتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو وہ سب کچھ سکھلا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اس عبارت کو علامہ خرپوتی نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿علمهما يكون نهرا من بحور علمه وحرفا من سطور علمه﴾

ترجمہ:

لوح وقلم کا علم سرکار ﷺ کے سمندروں میں سے ایک نہر ہے اور آپ کے علم کے بے پایاں دفتروں میں سے ایک حرف ہے۔ (ملاحظہ ہو زبدہ شرح قصیدہ بردہ)

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن کے والد مولوی ذوالفقار علی اس شعر کی تشریح

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من جملہ آپ کے معلومات کے علم لوح وقلم کا ہے۔ (عطر الوردہ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں ﴿نفس کلیہ عارف بمنزلہ جسد عارف می شود وذات بحت او بجائے روح او همه عالم را طبعا بعلم حضوری در خود می بیند﴾

ترجمہ:

عارف کا نفس بالکل اس کے کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عارف کی ذات اس کے روح کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور تمام جہان کو بعلم حضوری طبعا اپنے اندر دیکھتا ہے۔

(الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس صفحہ نمبر.125)

وجہ استدلال:

جب بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عام ولی کا یہ مقام ہے کہ تمام جہان کو اپنے اندر بطور علم حضوری دیکھتا ہے تو پھر تمام انبیاء واولیاء کے سردار نبی پاک ﷺ کے ادراک کا کیا عالم ہو گا؟

مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی یاحی یا قیوم کا وظیفہ پڑھے گا تو اس کی مدد سے وہ زمین وآسمان بہشت ودوزخ کے جس مقام کی چاہے سیر کرے اور اس جگہ کے حالات دریافت کرے اور اس مقام والوں سے ملاقات کرے۔

(صراط مستقیم صفحہ نمبر.117.)

ایک وہابی کو تو دورہ کا شغل کر کے ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ آسمان وزمین جنت ودوزخ کے جس مقام کے چاہے حالات معلوم کر لے اور جس مقام پر چاہے چلا جائے اور ان [illegible] روک ٹوک کرنے والا نہیں تو پھر نبی پاک

ﷺ کو ان مقامات کا اور وہاں پوشیدہ رموز و اسرار اور وہاں کے حالات کا علم کیوں نہیں ہوگا؟

مولانا عبدالحکیم لکھنوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں ﴿الم تسمع انّ کثیرا من العارفین الکاملین یعاینون جمیع الاشیاء موجودة کانت اومعدومة ماضیة کانت او مستقبلة﴾

ترجمہ:

کیا تم نے نہیں سنا کہ بہت سارے عارفین کاملین تمام اشیاء کو دیکھتے ہیں چاہے وہ چیزیں موجود ہوں یا معدوم ہوں وہ چیزیں ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔

(التحقیقات المرضیه لحل حواشی الذاهدیه علی الرسالة القطبیه صفحہ 46.)

وجہ استدلال:

جب عام عرفاء کرام کا یہ حال ہے کہ موجودات کو دیکھتے ہیں معدومات کو بھی دیکھتے ہیں تو پھر نبی پاک ﷺ آسمانوں کے احوال کو کیوں نہیں جانتے ہوں گے اور جب عرفاء کو تمام اشیاء کا علم ہوسکتا ہے تو نبی پاک ﷺ کو کیوں نہیں ہوسکتا؟ جب آپ تمام اشیاء کے عالم ہوں گے تو آپ کو یہ بھی علم ہوگا کہ یہ فرشتہ آج زمین پر آیا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں آیا اور یہ آسمان کا دروازہ آج کھولا گیا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿علّمه علوما بعضها مااحتوٰی علیه القلم الاعلی وما استطاع علی احاطتها اللوح الاوفیٰ لم یلد امر الدهر مثله من الازل الی الابد ولم یکن له کفوا احَد﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو ایسے علوم سکھائے ان میں سے بعض کو قلم بھی محیط نہیں ہے اور ان میں سے بعض کے احاطے پر لوح محفوظ بھی قادر نہیں ہے زمانے کی ماں نے ازل سے لے کر ابد تک نبی پاک ﷺ جیسا کوئی نہیں جنا اور نہ نبی پاک ﷺ کا کوئی ہمسر ہے۔

سطور بالا میں اس امر کی وضاحت کا وافر سامان موجود ہے کہ جس حدیث پاک میں آتا ہے کہ دروازۂ آسمان کھولا گیا اور ایک فرشتہ آسمان سے زمین پر آیا تو اس دروازے کے کھلنے کی آواز کا علم اور فرشتے کی آمد کا علم یہ نبی پاک ﷺ کیلئے ہی ثابت ہے بالفرض ہم تسلیم ہی کر لیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلنے کی آواز کو سنا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتہ آج زمین پر آیا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں آیا پھر بھی ہمارا مدّعا ثابت ہے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے امتی ہیں جب ان کی قوت سماعت کا عالم یہ ہے پھر نبی پاک ﷺ کی قوت سماعت کا کیا علم کیا ہوگا۔ اور قرآن کی آیات سے ثابت ہے کہ نبی پاک ﷺ فرشتوں کے بھی نبی ہیں ﴿کما قال اللّٰہ تعالی ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان:۱)

ترجمہ:

برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمام جہان کیلئے ڈرسنانے والے ہوں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔

اور اصل رحمت نبوت ہے تو عالمین کے عموم میں جبرئیل علیہ السلام اور باقی تمام ملائکہ شامل ہیں تو پھر ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ جبرئیل علیہ السلام کے بھی رسول ہیں۔

نیز مسلم شریف میں حدیث ہے ﴿أرسلت الی الخلق کافة﴾ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تو تمام مخلوقات میں جبرئیل علیہ السلام بھی شامل ہیں اسی طرح مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف میں حدیث ہے ﴿ما من نبی الّا ولہ وزیران من اھل

وجبرئیل وامّا وزیرای من أهل الأرض فأبو بكر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ﴾ نبی پاک علیہ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کیلئے دو وزیر زمینوں میں ہوتے ہیں اور دو آسمانوں میں، زمین میں میرے دو وزیر صدیق اکبر اور عمر فاروق ہیں اور آسمانوں میں میرے دو وزیر جبرئیل علیہ السلام ہیں اور میکائیل علیہ السلام۔

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ﴿ہٰذا حدیث حسن غریب﴾

امام جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تنقیح الرواۃ میں مولوی احمد حسن نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(تنقیح الرواۃ جلد نمبر.3. صفحہ نمبر.75.)

معجزہ اور کرامت کے صدور میں انبیاء و اولیاء کے ارادے کا دخل

ایک علمی بحث

ایک اور شبہ کا ازالہ:

وہابی حضرات کہتے ہیں کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ نبی پاک علیہ نے آسمانوں کے کھلنے کی آواز کو سنا تو یہ آپ کا معجزہ ہے اور معجزے میں نبی کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جس طرح قرآن مجید نبی پاک علیہ کا ایک معجزہ ہے لیکن نبی پاک علیہ کا اس میں کسب نہیں ہے۔

ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں کہ معجزے کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کا دخل ہوتا ہے اور اس پر قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں قرآن میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کی دعا کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ﴾ (ص:۳۵) اے اللہ!

مجھے ایسا ملک عطا کر کہ میرے بعد کسی کو نہ ملے یعنی کوئی اس کے معارضے پر قادر نہ ہو۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معجزے کی عطا کا مطالبہ کیا ہے

تخریج:

اس تفسیر کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر کشاف جلد نمبر.3. تفسیر روح المعانی جلد نمبر.23. تفسیر کبیر. تفسیر البحر المحیط. تفسیر زاد المسیر. تفسیر قرطبی. تفسیر صاوی. تفسیر بیضاوی. تفسیر جمل. تفسیر ابو سعود. تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر.4. تفسیر خازن. تفسیر مدارک. تفسیر نیشاپوری. تفسیر ابن کثیر. تفسیر ابن جریر.

ان تمام حضرات نے تصریح کی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معجزے کی عطا کا مطالبہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ. وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ. وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ. هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ص: ٣٦..٣٩)

ترجمہ:

ہم نے ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی تھی وہ ان کے حکم سے چلتی تھی جہاں وہ چاہتے تھے اور تمام شیطانوں کو تمام عمارتیں بنانے والوں کو اور سمندروں میں غوطہ لگانے والوں کو ان کے ماتحت کر دیا اور یہ سب کچھ دے کر فرمایا کہ یہ ہماری عطا ہے چاہے اس کو آگے عطا فرما دو یا خود رکھو تم سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا یعنی ان تصرفات میں تم با اختیار ہو کسی اور کو بخش دو یا اپنے پاس رکھو۔

نوٹ:

یہ ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے۔اب اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ بھی ہے اوران کے ارادے کا بھی دخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ تم ان تصرفات کے اندر ماذونِ مطلق ہو جیسے چاہو تصرف کرو۔اس آیت سے وہابیوں کا یہ سالبہ کلیہ ٹوٹ گیا ہے کہ کوئی معجزہ کسی نبی کے ارادے سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے تو پتہ چلا ان کا دعوی عموم السلب کا تھا جو قرآن مجید کی آیت سے منقوض ہو گیا ہمارا دعوی سلب العموم کا ہے یعنی رفع ایجاب کلی کہ سارے معجزے انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر نہیں ہوتے مثلاً جیسے قرآن مجید ہے تو اس کے نزول میں یعنی قرآن مجید کے نزول میں نبی پاک ﷺ کے کسب کو دخل نہیں ہے۔

اسی سلسلے میں ہم ایک اور آیت کریمہ پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہم السلام بااختیار ہوتے ہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾ (طٰہٰ:۷۷) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ”آپ ان کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنادیں“ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ﴾ (الدخان:۲۴) ”سمندر کو یوں ہی کھلا چھوڑ دو اس کو پار اتر کر ملا نہ دینا فرعونی غرق ہونے والے ہیں“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اظہار معجزہ کا حکم دیا ہے مثلاً آیت میں فرمایا تم ان کیلئے خشک راستہ بنادو اگر اس بات پر قادر ہی نہ ہوں تو اس چیز کا حکم ان کیلئے تکلیف مالا یطاق ہوگا اور تکلیف مالا یطاق جائز نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:۲۸۶) عصا مار کر بارہ راستے پیدا کر دینا یہ امر خارقِ عادت ہے اور جو نبی سے خرق عادت صادر ہو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ان دو آیتوں سے صراحتاً ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صادر

کرنے میں بااختیار ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (الانفال:۱۷

) اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ سے رمی کی نفی بھی کی ہے اور اثبات بھی کیا ہے کہ تم نے نہیں کنکریاں پھینکیں تھیں جب تو نے پھینکیں تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں تھیں

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی پاک ﷺ نے جنگ بدر کے دن ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور ہزار کافر میں سے ہر ایک کی آنکھ میں وہ پہنچ گئی یہ خرق عادت فعل ہے اور یہاں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس خرق عادت فعل کا کسب نبی پاک ﷺ کی جانب سے ہے اور خلق اللہ کی جانب سے ہے

ملاحظہ ہو. تفسیر عنایت القاضی. تفسیر کبیر. تفسیر روح المعانی. تفسیر مدارک وغیرہ یہ آیت کریمہ اس امر میں صریح ہے کہ معجزہ میں انبیاء علیہم السلام کا کسب ہوتا ہے۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں ﴿ومن قصده اظهار خوارق العادت﴾ کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے ثابت ہوتے ہیں۔

(شرح عقائد باب الکرامات)

علامہ عبدالعزیز پرھاروی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ﴿لان التحدی لا یمکن بدون القصد﴾ امام غزالی فرماتے ہیں ﴿ان له فی نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادات كما ان لنا فی نفسنا صفة بها تتم الحركات المقرونة بارادتنا وباختیارنا﴾ نبی پاک ﷺ کو ایک ایسی صفت حاصل ہوئی ہے جس کی وجہ سے ان سے خارق العادات افعال صادر ہوتے ہیں جس طرح ہمیں ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے افعال کو وقوع میں لانے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم جلد نمبر .4. صفحہ نمبر .190. زرقانی علی المواہب جلد نمبر .1. صفحہ

نمبر.13. فتح الباری جلد نمبر.13)

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں ﴿مجوّزو الکرامة تحزبو احزابا فمنهم من شرط ان لا یختارها الولیّ وبهذا فرقو بینها وبین المعجزة وهذا غیر صحیح ﴾فرماتے ہیں کہ کرامتوں کے وقوع کو جائز ماننے والے کئی گروہوں میں منقسم ہو گئے ان میں سے بعض نے یہ شرط کی کہ کرامت میں یہ شرط ہے کہ ولی کے ارادے سے صادر نہ ہو اسی کے ذریعے انہوں نے معجزہ اور کرامت میں فرق کیا کہ معجزہ اختیار سے ثابت ہوتا ہے اور کرامتیں بغیر ارادے کے صادر ہوتیں ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ کرامتیں بھی ارادے سے صادر ہوتیں ہیں۔

نوٹ:

قرآن مجید کی آیتوں سے انہیں لوگوں کی تائید ہوتی جو کرامات کو اختیاری مانتے ہیں کیونکہ جب سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو بلقیس کا تخت جلدی جلدی اٹھا کر میرے پاس لائے گا تو سرکش جن نے کہا میں آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے تخت لے آتا ہوں آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی جلدی چاہیے تو اللہ تعالیٰ کے ولی نے عرض کیا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت لا کر پیش کر سکتا ہوں۔ اگر جن تخت لانے پر قادر ہو اور وہ اعلان کر رہا ہو کہ میں امین بھی ہوں اور تخت لانے پر قادر بھی ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو بطریق اولیٰ قدرت حاصل ہونی چاہیے۔

میر سید جرجانی ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزہ نبی کے ارادے سے صادر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے صادر کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو شرح مواقف صفحہ نمبر.666)

مولوی قاسم نانوتوی [تحذیر الناس] میں کہتے ہیں کہ معجزہ خاص جوہر نبی کو مثل پروانہ

تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے بنظر ضرورت ہر وقت قبضے میں ہوتا ہے گاہ بگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

(تحذیر الناس صفحہ نمبر.8.)

قاسم نانوتوی کی عبارت اس امر میں صریح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جو معجزے تھے وہ ہر وقت ان کے اظہار پر باذن اللہ قادر تھے۔

نوٹ:

حدیث پاک ﴿انی اریٰ مالاترون الخ﴾ اور حدیث پاک ﴿بینما جبرئیل قاعد عنه النبی ﷺ الخ﴾ ان دونوں حدیثوں سے نبی پاک ﷺ کیلئے سماع عن البعید ثابت کرنے میں بریلوی حضرات متفرد نہیں ہیں بلکہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیت کریمہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا الخ﴾ (آلِ عمران:۳۳) کی تفسیر کرتے ہوئے ان دونوں حدیثوں سے نبی پاک ﷺ کے دور سے سننے پر استدلال کیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد نمبر.3)

شاہ عبد العزیز صاحب کا فیصلہ کن فرمان:

یہاں ہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک ارشادِ گرامی نقل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے پہلے شاہ صاحب کے بارے میں فاضلِ دیوبند مولوی سرفراز صفدر صاحب کے ریمارکس پر ایک نظر ہو جائے موصوف اپنی کتاب اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ "شاہ صاحب ہم دیوبندیوں کے روحانی باپ ہیں اور ان کا فیصلہ ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے" یہی شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ﴿اطلاع بر لوح محفوظ بدیدن نقوش بعضے از اولیاء بتواتر منقول است﴾

"لوح محفوظ کے نقوش دیکھ کر اس پر مطلع ہونا یہ بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ منقول ہے" (تفسیر عزیزی پارہ نمبر.29. زیر آیت ﴿عالم الغیب فلا

یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول)(الجن:۲٦)

جب بقول شاہ صاحب اولیاء کرام لوح محفوظ پر مطلع ہیں اور لوح میں جو علوم ہیں ان کی وضاحت آیات بینات کی روشنی میں ہم تفصیل کر چکے ہیں کہ لوح محفوظ تمام اشیاء کو محیط ہے اور اولیاء کرام لوح محفوظ پر مطلع ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ لوح محفوظ پر بطریق اولیٰ مطلع ہوں گے۔

دور سے سننے پر ساتویں دلیل :

نبی پاک ﷺ نے معراج سے واپسی پر حضرت بلال کو فرمایا ﴿حدثنی بارجیٰ عمل عملته فانی سمعت دف نعلیک بین یدیّ فی الجنة﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا کہ تو کونسا ثواب والا کام کرتا ہے بے شک تیرے قدموں کے چلنے کی آواز میں نے اپنے سامنے جنت میں سنی۔

(بخاری شریف. ترمذی شریف)

وجہ استدلال:

نبی پاک ﷺ جب آسمانوں پر ہوتے ہوئے زمین پر حضرت بلال کے چلنے کی آواز کو سنتے ہیں پھر آپ روضۂ انور میں ہوتے ہوئے اپنے امتیوں کے درود و سلام کو بھی سنتے ہیں۔ نیز اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس طرح جنت میں چلتے ہوئے نبی پاک ﷺ سے زمین کے احوال مخفی نہیں اسی طرح زمین پر ہوتے ہوئے نبی پاک ﷺ سے آسمان کے احوال مخفی نہیں رہ سکتے۔

دور سے سننے پر آٹھویں دلیل:

نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ﴿دخلت الجنة فسمعت فیها قراء ة فقلت من هذا؟ قالوا حارثه بن نعمان﴾ (مشکوٰۃ شریف، مسند امام احمد)

''میں جنت میں داخل ہوا میں نے وہاں قرآن مجید کے پڑھے جانے کی آواز سنی، میں نے کہا یہ کون ہے؟ جو قرآن مجید پڑھ رہا ہے تو بتلایا گیا یہ حارثہ ابن نعمان ہے''

حالانکہ حارثہ ابن نعمان زمین پر قرآن پڑھ رہے تھے اور نبی پاک ﷺ نے ان کی آواز وہاں سنی اسی لیے ہمارے امام نے فرمایا

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان ۔۔۔ کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

تنقیح الرواۃ میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

دور سے سننے پر نویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ﴿کنا مع رسول اللہ ﷺ اذ سمعنا وجبة قال رسول اللہ ﷺ اتدرون ما ھذہ؟ قالوا اللہ ورسوله اعلم قال رسول اللہ ﷺ ھذا حجر رمی فی النار منذ سبعین خریفا فھو یھوی فی النار الان حتی انتھی الی قعرھا﴾ (مسلم شریف جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.381)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے ایک آہٹ کی آواز سنی تو نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے؟ صحابہ کرام نے کہا ﴿اللہ ورسولہ اعلم﴾ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا اب اس کی گہرائی تک جا پہنچا ہے

وجہ استدلال:

جس حبیب پاک ﷺ کی قوتِ سماعت کا یہ عالم ہو کہ جہنم میں پتھر کے گرنے کی آواز کو بھی سنیں اور آپ کو یہ بھی علم ہو کہ یہ پتھر کب سے جہنم میں لڑھکایا گیا ہے (حالانکہ جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے ہے اور ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ ہر زمین سے دوسری زمین کا فاصلہ پانچ

سو سال کی راہ اور کل زمینیں سات ہیں) جو حبیب پاک ﷺ اتنی دور سے پتھر کی آہٹ کو سن سکتے ہیں وہ اپنے امتیوں کے درود و سلام کو بھی سن سکتے ہیں۔

دسویں دلیل:

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿لا تؤذی امرءة زوجها فی الدنیا الا قالت له زوجة من الحور العین لا تؤذیه قاتلک الله فانما هو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا﴾

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت دنیا کے اندر اپنے خاوند کو تنگ کرتی ہے تو اس کے خاوند کی وہ بیوی جو حور العین میں سے ہے (سیاہ اور بڑی آنکھوں والی) کہتی ہے کہ اس کو تنگ نہ کر اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے یہ چند دن کا تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

حدیث معاذ بن جبل کی صحت کی تحقیق اور سرفراز صاحب کے شبہات کا ازالہ

یہ حدیث پاک مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ، مسند امام احمد جلد نمبر 5. میں موجود ہے۔

حافظ منذری نے [الترغیب والترھیب] میں کہا کہ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس ترمذی کا جو نسخہ ہے اس کے اندر اس حدیث کی تحسین مذکور نہیں ممکن ہے کہ ان کے پاس جو نسخہ ہو اس کے اندر اس حدیث کی تحسین مذکور ہو۔

علامہ زین الدین عراقی نے [احیاء العلوم] کی تخریج میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے

(ملاحظہ ہواحیاء العلوم جلد نمبر.3)

تنقیح الرواۃ میں بھی اس حدیث کو حسن کہا گیا ہے (ملاحظہ ہو تنقیح الرواۃ جلد نمبر.3)

مولوی سرفراز صفدر صاحب نے اپنی کتاب [تبرید النواظر] میں اس حدیث پر جرح فرمائی ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالوہاب ابن ضحاک ہے جو کذاب ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس میں ایک راوی اسماعیل ابن عیاش جو حجازیوں سے روایت کرنے میں ضعیف ہے۔

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ:

(۱) ترمذی شریف کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک راوی نہیں ہے وہ ابن ماجہ کی سند میں ہے ہم ترمذی کی سند قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں ترمذی شریف کی سند یوں ہے ﴿حدثنا حسن بن عرفہ قال حدثنا اسماعیل بن عیاش عن بحیر بن سعد عن خالد بن معدان عن کثیر بن مرۃ عن معاذ بن جبل﴾ یہاں اسماعیل بن عیاش بحیر بن سعد سے روایت کررہا ہے جس کے بارے میں تقریب التھذیب میں ہے ﴿بحیر بن سعد حمصی﴾ اور حمص شام کے اندر ہے اور امام ترمذی نے اسی حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ ﴿روایۃ اسماعیل بن عیاش عن الشامیین اصلح﴾ (ترمذی جلد نمبر باب عشرۃ النساء)

(۲) اور مسند امام احمد کی سند میں ابراہیم بن مھدی، اسماعیل بن عیاش سے روایت کررہا ہے اور اس سند کے بارے میں الفتح الربانی شرح مسند امام احمد میں لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں!

مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب [راہ سنت] میں ابن ماجہ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ "بدعتی کی نہ نماز قبول ہے نہ روزہ قبول ہے اور وہ دین سے

ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال“

اس کی سند میں ایک راوی ”محمد بن محصن عکاشی“ ہے جو کذاب ہے اور اس کی اور کوئی صحیح سند بھی موجود نہیں ہے۔ اس کے باوجود سرفراز صاحب اس سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث کو اہلِ سنت پر منطبق کرتے ہوئے انہیں دین سے خارج قرار دیتے ہیں۔

لیکن حوروالی حدیث جس کی دو سندیں مزید موجود ہیں اس کو صرف ایک سند کی وجہ سے موضوع قرار دیتے ہیں ﴿تلک اذا قسمة ضیزی﴾

سرفراز صاحب نے اپنی ایک کتاب [خزائن السنن] میں ایک حدیث نقل کی ہے اور وہ بھی ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کی ہے ﴿من اصابہ منکم قیء اور عاف او مذی فلیتوضاء ولیبن علی صلاته مالم یتکلم﴾ اور بعض روایات میں آیا ہے ﴿فلینصرف ولیتوضاء﴾ اس کی سند اس طرح ہے ﴿اسماعیل بن عیاش عن ابن جریج عن عبداللہ ابن ابی ملیکه عن عائشه﴾

اس میں اسماعیل بن عیاش نے ابن جریج سے روایت کی ہے جو حجازی ہے اور سرفراز صاحب کو خود بھی تسلیم ہے کہ اسماعیل بن عیاش کی جو روایت حجازیوں سے ہو وہ ضعیف ہوتی ہے اور یہاں اسماعیل بن عیاش نے اس کو ابن جریج سے روایت کیا ہے جو حجازی تھے لیکن اس کے باوجود سرفراز صاحب نے [خزائن السنن] میں ارشاد فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے حالانکہ راہ سنت میں انہوں نے ابن جریج پر بھی جرح کی ہے کہ انہوں نے نوے (90) عورتوں سے متعہ کیا تھا وہاں اس لیے جرح فرمائی کہ اس کی روایت سے اہل سنت نے استدلال کیا تھا اور جب اپنی باری آئی تو بلا تامل اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا!!!!!!

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

حور والی روایت میں اسماعیل بن عیاش، بحیر ابن سعد سے راوی ہے جو شامی ہے۔

سرفراز صاحب کے دجل کا ایک کرشمہ ہے کہ اہل سنت اگر اسماعیل بن عیاش کی شامیوں سے مروی روایت سے استدلال کریں پھر بھی ضعیف ہے اور خود حضرت صاحب اس کی حجازیوں سے مروی روایت سے استدلال کریں پھر بھی صحیح ہے۔ حالانکہ علامہ زیلعی نے [نصب الرایہ فی احادیث الھدایہ] میں تصریح فرمائی ہے کہ اسماعیل بن عیاش جب اپنے شہر والوں سے روایت کرے تو وہ ثقہ ہے اور جب حجازیوں سے روایت کرے تو ضعیف ہے پھر حور والی حدیث کو اس نے شامی راوی سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی کی بات جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ﴿روایتہ عن الشامیین اصلح﴾ ان سب کے ہوتے ہوئے اس حدیث کو مشکوک بنانا سرفراز صاحب جیسے "اہلِ علم" کو ہی زیب دیتا ہے۔

نوٹ:

حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل بن عیاش ثقہ ہیں تو چاہے شامیوں سے روایت کرے یا حجازیوں سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑھتا سطور بالا میں جو ہم نے گفتگو کی ہے وہ سرفراز صاحب کے مسلمات کی روشنی میں تھی جو اس کی حجازیوں سے رویت کو ضعیف بھی مانتے ہیں اور اس سے استدلال بھی کرتے ہیں ورنہ ہمارا نظریہ تو وہی ہے جو ملا علی قاری کا ہے۔

گیارھویں دلیل:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلّوا علیّ فان صلاتکم تبلغنی حیث ما کنتم﴾

(رواہ ابو داؤد والنسائی)

امام نووی [کتاب الاذکار] میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے، تنقیح الرواۃ میں بھی اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ بے شک تمہارے درود مجھ تک پہنچ جائیں گے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ طیبی فرماتے ہیں ﴿ان النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاالاعلیٰ و لم یبق لها حجاب فتری الکل کاالمشاهد﴾ (طیبی جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.344)

ترجمہ:

پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہو کر عالم بالا سے ملتی ہیں ان کیلئے کوئی پردہ نہیں رہتا وہ ہر چیز کو دیکھتی ہیں جیسے وہ پاس موجود ہو۔

یہی عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد نمبر.2. صفحہ نمبر.7۔ میں ملا علی قاری نے حضرت قاضی عیاض سے نقل فرمائی، علامہ عبدالروف مناوی [تیسیر شرح جامع صغیر] میں اسے درج فرمایا۔ (ملاحظہ ہو تیسیر جلد نمبر.4. صفحہ نمبر.140)

دیوبندیوں کے مشہور محدث مولوی ادریس کاندھلوی نے یہی عبارت اپنی مشکوٰۃ شریف کی شرح [التعلیق الصبیح] میں نقل کی ہے۔

(ملاحظہ ہو التعلیق الصبیح جلد نمبر.1. صفحہ نمبر.404)

دور سے سننے کی نفی پر دیو بندی علماء کی پیش کردہ احادیث کا صحیح محمل

وہابی حضرات نبی پاک ﷺ سے سماع عن البعید کی نفی کرنے کیلئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں ﴿عن عبداللہ بن مسعود قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلّغون عن امّتی السلام رواہ نسائی والدارمی﴾

امام حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے بھی فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اس ضمن میں وہ ایک اور روایت بھی پیش کرتے ہیں جو حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فيه خلق ادم وفيه قبض وفيه النفخه وفيه الصعقه فاكثروا فيه الصلوٰة علىّ فان صلاتكم معروضة علىّ قالوا و كيف تعرض صلاتنا عليک وقد ارمت؟ قال يقولون بليت قال ان الله حرّم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء﴾

(مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ترجمہ:

سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا وصال ہوا اسی دن قیامت قائم ہوگی اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارے درود میرے اوپر پیش ہونگے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہونگے آپ کا جسم اقدس تو عام اموات کی طرح گل جائیگا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

اس حدیث سے ان کا استدلال یہ ہے کہ جب درود پاک پیش ہوگا تو فرشتوں کے واسطے سے پیش ہوگا۔

اس کے جواب میں ہم انہی کے امام العصر اور محدث کبیر انور شاہ کشمیری کی ایک

عبارت پیش کرتے ہیں وہ اپنی کتاب [فیض الباری] میں لکھتے ہیں ﴿واعلموا انّ حدیث عرض الصلاۃ علی النبی ﷺ لا یقوم دلیلا علی نفی علم الغیب وان کانت المسلمۃ فیہ ان نسبۃ علمہ ﷺ وعلمہ تعالیٰ کنسبۃ المتناھی بغیر المتناھی لانّ المقصود بعرض الملئکۃ ھو تلک الکلمات بعینھا فی حضرۃ العالیۃ علمھا من قبل اولم یعلم کعرضھا عند رب العزۃ ورفع الاعمال علیہ فان تلک الکلمات مما یحیّ بہ وجہ الرّحمان فلا ینفی العرض العلم فا العرض قد یکون للعلم واخری لمعان اخر فاعرف الفرق﴾

(فیض الباری جلد نمبر 2۔ صفحہ نمبر 302)

ترجمہ:

جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی، اگرچہ علم غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف۔ کیونکہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات پیش کیے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہِ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ ان کلمات کو بطورِ تحفہ ربِ رحمان کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اس لیے یہ پیش کرنا علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لیے ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسری حکمتوں کے لیے اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔

نیز ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ جس طرح حضرت اوس بن اوس کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں ﴿فان صلاتکم معروضۃ علی﴾ "تمہارا سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے" اسی طرح

ہم حضرت ابودرداء کی حدیث کے یہ الفاظ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان احدا لن یصلی علیّ الاّ عرضت علیّ صلاته﴾ اور اس کی شرح میں ملاعلی قاری کا ارشاد ﴿بالمکاشفة او بواسطة الملئکة﴾ کہ نبی کریم ﷺ ملائکہ کے واسطہ سے بھی درود پاک کے الفاظ جانتے ہیں اور کشف کے ذریعے بھی جانتے ہیں۔ نیز درود پاک کی پیشی سے اگر یہ استدلال صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ خود نہیں سنتے تو پھر حدیث پاک میں تو یہ بھی آتا ہے کہ ہر سوموار اور خمیس (جمعرات) کو اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ہم قارئین کی تسلی کیلئے حدیث پاک کے اصل الفاظ پیش کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿تعرض اعمال الناس علی اللہ تعالیٰ فی یوم الاثنین والخمیس فیغفر لمن لا یشرک باللہ شیئا الا رجلا کانت بینه وبین اخیه شحناء﴾ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، مسند امام احمد، کنز العمال، طبرانی)

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر سوموار اور خمیس کے دن میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور سوائے مشرک کے سب کی بخشش ہو جاتی ہے، البتہ وہ بندہ جس کی اپنے بھائی کے ساتھ کوئی عداوت ہو تو جب تک ان کی عداوت ختم نہ ہو ان کی بخشش نہیں ہوتی۔

تو پھر کیا اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے اعمال کا خود پتہ نہیں چلتا فرشتوں کے پیش کرنے سے پتہ چلتا ہے حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا﴾ (یونس:٦١)

"تم جو بھی کام کرتے ہو ہم اس پر مطلع ہیں"

اسی حدیث کی وجہ سے انور شاہ کشمیری بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ

میں درود کا پیش ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ نبی پاک کو خود علم نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں۔

حضرتِ سلیمان علیہ السلام کی قوتِ سماعت:

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کیلئے سماع عن البعید کا اتنی شدت سے انکار کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب چیونٹی نے کہا ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ (النمل: ۱۸)

"اے چیونٹیو! اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ تاکہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں پامال ہی نہ کردے" اس بات کو سننے کے بعد سلیمان علیہ السلام مسکرا پڑے جیسا کہ قرآن گواہی دیتا ہے ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ (النمل: ۱۹) کہ سلیمان علیہ السلام اس کی بات کو سن کر مسکرا پڑے اور بعد میں ہنسنے لگے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کو تین میل سے سنا تھا۔ جب سلیمان علیہ السلام دور سے سن سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ بھی دور سے سن سکتے ہیں

نیز ہم گزارش کرتے ہیں کہ مسند امام احمد اور مسند ابوداؤد طیالسی میں روایات موجود ہیں کہ عام اموات پر اپنے رشتہ داروں اور اولاد کے اعمال پیش ہوتے ہیں اچھے عمل ہوں تو وہ جان کر خوش ہوتے ہیں اور برے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما۔ (مسند امام احمد جلد نمبر 5 / ابوداؤد طیالسی / زرقانی جلد نمبر 7 / مدخل جلد نمبر 1 / روح المعانی جلد نمبر 14)

ابنِ تیمیہ کا فیصلہ:

دیوبندیوں وہابیوں کے امام ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں ﴿قد استفاضت

الآثار بمعرفة المیت اھلہ واحوال اھلہ واحوال اصحابہ﴾(فتاوٰی ابن تیمیہ)

''اس بارے میں کثیر روایات موجود ہیں کہ میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور ان کے احوال کو بھی جانتا ہے اور دوست احباب کے احوال کو بھی جانتا ہے'' جب عام میت کا وفات کے بعد یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کے احوال کو جانتا ہے حالانکہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ میت پر فرشتے اعمال پیش کرتے ہوں تو پھر نبی پاک ﷺ اپنے امتیوں کے احوال کے جاننے میں فرشتوں کے محتاج کیسے ہوں گے؟ کیونکہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے﴿انما انا لکم بمنزلة الوالد﴾ (ابن ماجہ صفحہ نمبر 18) ''میں تمہارے لیے والد کی جا بجا ہوں'' جب آپ والد کی جا بجا ہوئے جس طرح باقی والدین اپنے اولاد کے احوال کو جانتے ہیں اسی طرح نبی پاک ﷺ بھی اپنی امت کے احوال کو جانتے ہیں بلکہ نبی پاک ﷺ بطریق اولیٰ جانتے ہیں کیونکہ نبی پاک ﷺ کی شان ہے﴿حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ کذا قال العلامہ آلوسی فی تفسیرہ تحت قولہ تعالیٰ﴿یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾

دور سے سننے کی بارھویں دلیل:

ایک صحابی جن کا نام نعیم بن عبداللہ اور لقب ''نحام'' ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس لقب کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں﴿قیل له ذالک لانّ النبی ﷺ قال له دخلتُ الجنة فسمعت نحمة نعیم﴾

ترجمہ: ان کو نحام اس لیے کہا گیا کیونکہ نبی پاک ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا اور تیرے کھانسنے کی آواز میں نے وہاں سنی۔

الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۳/ ۵۶۷/ الاستیعاب لابن عبدالبر صفحہ نمبر 556 علی حامش

الاصابہ جلد نمبر 3 / مجمع الزوائد جلد نمبر 9 / معجم کبیر طبرانی جلد نمبر 12

اس بات سے ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ جنت میں چلتے ہوئے بھی زمین کے حالات سے بے خبر نہیں۔

اس لیے ہمارے امام نے فرمایا

سر عرش پر ہے تیری گزر، دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

تیرھویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا

﴿اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح﴾ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جب مرد اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے اور شوہر رات غصے میں گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

وجہ استدلال:

جب زمین پر ہونے والے واقعات کا علم آسمان والے فرشتوں کو ہو سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ اپنے امتیوں کے درود وسلام پر مطلع کیوں نہیں ہو سکتے؟

چودھویں دلیل:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ﴿اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين قالت الملائكة فى السماء امين فوافقت احدهما الاخرىٰ غفر له ما تقدم من ذنبه﴾ (بخاری شریف جلد نمبر ۱)

ترجمہ:

جب امام ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ کہے تو فرشتے آسمانوں میں سن کر آمین کہتے ہیں پس جب فرشتوں کی آمین اور امام کی ﴿ولا الضالین﴾ آپس میں موافق ہو گئیں تو امام کے پہلے صغائر گناہ معاف ہو جائیں گے۔

وجہ استدلال:

جب آسمان پر فرشتوں کی قوت سماعت کا یہ عالم ہے کہ زمین پر امام کی قراءت کی آواز سن رہے ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا کیا عالم ہوگا؟

پندرھویں دلیل:

نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ﴿من سال اللہ الجنۃ ثلث مرات قالت الجنۃ اللھم أدخلہ الجنۃ ومن استجار من النّار ثلث مرّات قالت النار اللھم أجرہ من النّار﴾ (ترمذی، مشکوٰۃ، نسائی شریف)

تنقیح الرواۃ میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام منذری نے الترغیب والترھیب میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ترجمہ:

جو آدمی تین بار اللہ تعالیٰ سے جنت کا مطالبہ کرے جنت کہتی ہے میرے اللہ! اس کو میرے اندر داخل کر دے اور جو آدمی دوزخ سے تین بار پناہ طلب کرے تو جہنم کہتی ہے میرے اللہ! مجھ سے اس کو بچا لے۔

وجہ استدلال:

جنت جو سات آسمانوں کے پار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى﴾ (النجم: ۱۴،۱۵) اور جہنم سات زمینوں کے نیچے ہے۔ جب اتنی دور سے جنت دوزخ سنتے ہیں تو نبی پاک ﷺ بھی اپنے امتیوں کے درود و سلام سن سکتے ہیں

سولھویں دلیل:

دیوبندیوں وہابیوں کے پیشوا ابن قیم نے اپنی کتاب [جلاء الافہام] میں حدیث نقل کی ہے جس کے راوی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق﴾

(جلاء الافہام صفحہ نمبر 63)

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھے گا اس کی آواز مجھ تک پہنچ جائے گی درود پڑھنے والا جہاں بھی ہو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد بھی آپ سنیں گے؟ تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے، اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (نوٹ) ابن قیم نے یہ حدیث معجم کبیر طبرانی سے نقل کی ہے۔

ابن قیم کی نقل کردہ حدیث کے بارے میں ایک بحث، اشرف علی تھانوی صاحب کی حدیث دانی

حدیث کی سند پر تھانوی صاحب کے اعتراضات:

تھانوی صاحب کے کسی معتقد نے ان کو یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ ہر درود پڑھنے والے کی آواز کو خود سنتے ہیں۔ یہ تو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔ تھانوی صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

اس کی سند میں ایک راوی ہیں یحییٰ بن ایوب غافقی جن کے بارے میں تقریب

التھذیب میں لکھا ہوا ہے کہ ﴿ربما أخطأ﴾ مزید ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے "خالد بن زید" اور اس نام کے راویوں میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے، مزید یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہیں "سعید بن ابی ہلال" اس کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے۔

جوابی گزارشات:

حدیث کی سند پر تھانوی صاحب کا اعتراض آپ نے ملاحظہ فرمالیا آیئے اب یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟

(1) اس سند کے حوالے سے پہلے گزارش یہ ہے کہ اس میں جو راوی ہیں وہ ہیں "یحیی بن ایوب علاّف" جو "سعید بن ابی مریم" سے روایت کرتے ہیں۔ جب کہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس سند میں "یحیی بن ایوب غافقی" ہیں۔ ان دونوں شخصیات میں فرق ہے۔ یحیی بن ایوب علاف، سعید بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں نہ کہ غافقی، سعید بن مریم کے شاگرد ہیں۔

اگر سند میں غافقی ہو تو پھر بھی بات نہیں بنتی تھی، اس لیے کہ تھانوی صاحب نے جرح کے جو الفاظ نقل کیے ہیں یہ اتنے شدید نہیں ہیں ان کا ترجمہ ہے "وہ کبھی کبھار غلطی کرتا تھا" کبھی کبھار غلطی سے تو کوئی بھی نہیں بچتا! یہ کونسی بڑی جرح ہے؟ جس کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا جائے؟

پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ جرح مبہم ہے اور نور الانوار، حسامی، مسلّم الثبوت، فواتح الرحموت، توضیح تلویح، تحریر الاصول، کشف الاسرار، شرح اصول بزدوی، سب میں یہ تصریح موجود ہے کہ جرح مبہم قبول نہیں کی جائے گی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب [الرفع و التکمیل فی الجرح والتعدیل] صفحہ نمبر 8، پر لکھا ہے کہ جرح مبہم قبول نہیں ہے

(2) تھانوی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی خالد بن زید

ہیں اور اس نام کے راویوں میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہاں احتمال ہے کہ وہی ہوں۔

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ تھانوی صاحب کا یہ احتمال غیر ناشی عن دلیل ہے اس لیے کہ یہاں کیسے متعین ہو گیا کہ وہی خالد بن زید مراد ہیں جن کی عادت ارسال کی ہے؟ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ خالد بن زید سے مراد وہ ہوں جن کی عادت ارسال کی نہیں ہے؟ کیا یہاں تھانوی صاحب کو الہام ہو گیا تھا کہ یہ وہی خالد بن زید ہیں جو مرسل حدیثیں روایت کرتے ہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو الہام تو نہیں ہوا بلکہ وہ اس آیت کریمہ کا مظہر دکھائی دیتے ہیں ﴿اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـئِہِمۡ﴾ (الانعام:۱۲۱) ''شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں''

تھانوی صاحب کی مذہبِ احناف سے غفلت اور لاپرواہی:

نیز تھانوی صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور احناف کے نزدیک تو مرسل حجت ہوتی ہے۔ چاہے صحابی کی ہو یا تابعی کی یا تبع تابعی کی۔ خالد بن زید تبع تابعین میں سے ہیں تو ان کی مرسل حدیث حجت ہوگی۔ نور الانوار، حسامی، مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، کشف الاسرار مع اصول البزدوی، توضیح تلویح تحریر الاصول، تقریر شرح تحریر سب میں یہ تصریح موجود ہے کہ خیر القرون کے راویوں کی مرسل حدیثیں حجت ہیں۔

علامہ ابن ہمام نے [فتح القدیر شرح ھدایہ] میں ارشاد فرمایا کہ ﴿الانقطاع عندنا کالارسال بعد ثقه الرواة وصحة السند لا یضر﴾ ''ہمارے نزدیک مرسل کی طرح کا انقطاع سند کی صحت کے مضر نہیں ہے''

جب یہ متعین ہو گیا کہ سند میں یحییٰ بن ایوب غافقی نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب علاف ہیں تو پھر آیئے دیکھیں کہ محدثین نے ان کے بارے میں کیا رائے دی ہے؟ تہذیب التھذیب میں لکھا ہے کہ ﴿یحییٰ بن ایوب علاف قال النسائی :صالح ﴾اور کسی امام کی جرح ان پر منقول نہیں ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ان کے نام کے ساتھ ان کا لقب علاف لکھا ہوا ہے تو پھر تھانوی صاحب کے ذہن میں یہ کیسے آ گیا کہ وہ غافقی ہوں گے

ابنِ حزم کی جرح کی حیثیت:

(3) سعید بن ابی ہلال کے بارے میں تھانوی صاحب نے کہا کہ ابن حزم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں لکھا ہوا ہے ﴿قال بن حزم وحدہ لیس بالقوی ﴾"اکیلے ابن حزم نے کہا ہے کہ وہ حدیث میں ثقہ نہیں ہیں"

(میزان الاعتدال جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 393)

نیز ابن حزم تو وہ بزرگ ہے جو کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ ائمہ اربعہ کے بارے میں کہتا رہتا ہے ﴿سفھوا و کذبوا ﴾"انہوں نے بے وقوفی کی اور جھوٹ بولا"

امام ترمذی کے بارے میں ابن حزم نے محلی میں کہا کہ ﴿وہ مجہول ہیں ﴾علامہ تاج الدین سبکی [طبقات کبریٰ] میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم جرح کو علی الاطلاق تعدیل پر مقدم کر دیں تو پھر ہمارا کوئی بھی امام سلامت نہیں رہے گا کیونکہ کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کے بارے میں طعن کرنیوالوں نے طعن نہ کیا ہو اور ہلاک ہونیوالے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

(طبقات کبریٰ جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 191)

ایک دیوبندی عالم کے شبہہ کا ازالہ:

ماضی قریب کے ایک دیوبندی عالم قاری عبدالشکور ترمذی اس حدیث پر جرح کرتے

ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء بتیس (32) ہجری میں فوت ہوئے اور سعید بن ابی ہلال ستر (70) ہجری میں پیدا ہوئے تو پھر سعید بن ابی ہلال حضرت ابودرداء سے کیسے روایت کر سکتے ہیں؟

ترمذی صاحب کے اس شبہ کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ ترمذی صاحب کو اس بات سے بخوبی واقف ہونا چاہیے کہ جمہور علماء کے نزدیک منقطع حدیث حجت ہوتی ہے طرح ملا علی قاری نے نخبۃ الفکر کی شرح میں تصریح کی ہے کہ احناف اور مالکی اور حنابلہ مرسل حدیث کو حجت مانتے ہیں چاہے وہ مرسل تابعی کی ہو یا تبع تابعی کی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب الروای میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اجمع التابعون باسرھم علی قبول المرسل ولم یات عنھم انکارہ ولا عن احد من الائمہ بعدھم الی راس المائتین﴾

(تدریب الراوی صفحہ نمبر 198)

ترجمہ:

تمام تابعین کا مرسل کے قبول کرنے پر اجماع ہے اور ان میں سے کسی نے بھی مرسل حدیث کی حجیت سے انکار نہیں کیا نہ اماموں میں سے کسی امام نے انکار کیا ہے دوسری صدی تک۔

امام سیوطی کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مرسل حدیث کی حجیت کا انکار کرنا یہ اجماع کا انکار ہے۔ تھانوی صاحب اور ترمذی صاحب باوجود حنفیت کے ادعاء کے مرسل اور منقطع حدیث کی حجیت سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ اس پر نہ صرف احناف کا بلکہ سب تابعین کا اتفاق ہے کہ مرسل حجت ہے۔

(4) تھانوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عنعنہ ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا احتمال ہے اس وجہ سے سند کے منقطع ہونے کا احتمال ہوگا اور سند

کے اتصال کیلئے راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ضروری ہے تب سند متصل ہوسکتی ہے۔

اسکے جواب میں گزارش یہ ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک سند کے اتصال کیلئے راوی کی بالفعل مروی عنہ سے ملاقات ضروری نہیں بلکہ امکان لقاء بھی کافی ہے جس طرح امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں بڑی بسط کے ساتھ اس امر کی تصریح کی ہے نیز راوی کے متروک ہونے کا احتمال تب ہوتا جب سند میں کوئی راوی مدلس ہوتا حالانکہ اس کی سند کا کوئی راوی مدلس نہیں ہے۔

نیز اگر معنعن حدیثیں نا قابل اعتبار ہیں تو پھر صحاح ستہ کی ہزاروں حدیثوں سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ نیز حنفی اصول تو یہ ہے کہ مدلس اگرچہ عن سے ہی روایت کیوں نہ کرے اس کی روایت مقبول ہوگی (ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ نمبر 192 مع قمر الاقمار۔ حسامی۔ توضیح تلویح۔ تحریر الاصول۔ مسلم الثبوت۔ فواتح الرحموت۔ کشف الاسرار۔ شرح اصول بزدوی اور تقریر شرح تحریر)

نیز اگر راوی مدلس ہو اور عن سے روایت کرے تو مروی عنہ کے متروک ہونے کا صرف احتمال ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔ اور مرسل حدیث میں تو یقیناً راوی مروی عنہ کا ذکر ہی نہیں کرتا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جمہور کے نزدیک مرسل حدیث تو حجت ہو (چاہے مرسل صحابی کی ہو یا تابعی کی ہو یا تبع تابعی کی) اور مدلس کی معنعن روایت نا قابل قبول ہو!!!۔

نیز گزارش یہ ہے اگر مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ ممکن ہے اپنے شیخ کو چھوڑ کر کسی اور ثقہ آدمی کو ذکر کر دیا ہو لیکن جب یہی مدلس حدثنا کہہ دے تو پھر اس کی روایت مقبول ہوتی ہے جو مدلس لفظ عن بول کر گڑ بڑ کر سکتا ہے وہ حدثنا کا لفظ بول کر بھی گڑ بڑ کر سکتا ہے تو ان دو امور میں فرق کرنا کہ جب مدلس حدثنا کے ساتھ روایت کرے تو مقبول ہوگی اور عن کے ساتھ روایت کرے تو غیر مقبول ہوگی یہ تحکم ہے۔

نیز گزارش یہ ہے کہ موطا امام مالک میں کئی منقطع حدیثیں موجود ہیں بلکہ معلق بھی موجود ہیں اس کے باوجود امام شافعی فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر موطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب موجود نہیں ہے (ملاحظہ ہو تمہید شرح موطا جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 3) (مسوی شرح موطا جلد نمبر 1 میں امام شافعی کا یہ قول موجود ہے

نیز نورالانوار میں امامِ کرخی کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ خیر القرون کے بعد کا راوی بھی اگر ﴿قال قال رسول الله ﷺ﴾ کہہ کر روایت بیان کرے تو اس کی روایت قبول ہے۔

تھانوی صاحب تو محض اس بناء پر روایت کو ضعیف قرار دے رہے ہیں کہ یہاں اس کی سند میں کسی راوی کے متروک ہونیکا احتمال ہے اور مشہور حنفی اصولی امام کرخی فرما رہے ہیں کہ خیر القرون کے بعد کا راوی بھی نبی پاک ﷺ کی طرف روایت کو منسوب کرے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔ یہاں اس راوی اور نبی پاک ﷺ کے درمیان کتنے واسطے ہیں جو متروک ہیں اس کے باوجود وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقبول ہے اور تھانوی صاحب محض کسی راوی کے متروک ہونے کی بناء پر حدیث کو ضعیف ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اگرچہ کرخی کا یہ نظریہ ضعیف ہے اور نورالانوار میں اسکو لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو صیغہ تمریض ہے لیکن اس نظریے کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ائمہ کرام کیا فرماتے ہیں اور تھانوی صاحب کیا کہتے ہیں۔

موطا امام مالک میں ایک روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا (لا انسی ولکن انسی لاسنّ لکم﴾ امام مالک نے اس کی سند ذکر نہیں کی حالانکہ امام مالک تبع تابعین میں سے ہیں وہ براہ راست سرکار ﷺ سے یہ روایت کیسے سن سکتے ہیں اور اس کی کوئی متصل سند موجود بھی نہیں ہے جس طرح ابن عبدالبر نے تمہید میں اور امام سیوطی نے تنویر الحوالک میں اس کی تصریح کی ہے لیکن اس کے باوجود کسی نے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا کہ اس کے دو راوی چھوٹے ہوئے ہیں۔

(5) تھانوی صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر اچانک وارد ہوا کہ اصل لفظ تو حدیث کے اس طرح تھے ﴿بلغني صلوته حيث كان﴾ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے اگر جلاء الافہام کے متعدد نسخے دیکھے جائیں ضرور کسی نسخے میں بلغنی صلوتہ لکھا ہو گا (انتہی عبارتہ)

جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ کوئی دیوبندی وہابی ثابت کرے کہ جلاء الافہام کے فلاں نسخہ میں صلوتہ لکھا ہوا ہے اور وہ ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ عبدالشکور ترمذی نے اپنی کتاب [ہدایت الحیر ان] میں تھانوی صاحب کے یہ الفاظ نقل کیے" حدیث پاک میں اصل الفاظ صلوتہ کے تھے کاتب کی غلطی سے صوتہ لکھا گیا" انہیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نیل الاوطار میں قاضی شوکانی نے حدیث اس طرح نقل کی ہے ﴿ليس من عبد يصلي علي الابلغني صلوته حيث كان﴾ اور شوکانی نے بھی یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے اور عبدالشکور صاحب نے نیل الاوطار سے یہ حدیث نقل کر کے کہا ﴿لله درّ حكيم الامة﴾ اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اگر جلاء الافہام میں کاتب کی غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ نیل الاوطار میں کاتب کی غلطی سے لام لکھا گیا ہو ترمذی صاحب ﴿لله درّ حکیم الامت﴾ کا نعرہ تب لگاتے جب جلاء الافہام کے کسی نسخے میں صلوتہ لکھا ہوتا ودونہ خرط القتاد۔

حال ہی میں جلاء الافہام کا ایک نسخہ طبع ہوا ہے جس کا وہابیوں (غیر مقلدین) نے ترجمہ کیا ہے انہوں نے بھی ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ جو بندہ بھی مجھ پر درود پاک پڑھے گا تو اس کی آواز مجھے پہنچے گی وہ جہاں کہیں بھی ہوگا۔

پتہ چلا کہ نجدیوں کے پاس اگر صلوتہ والا کوئی نسخہ ہوتا تو وہ ہرگز یہ ترجمہ نہ کرتے پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے کیونکہ اگر کاتب کی غلطی

ہوتی تو چھ سو سال کے بعد تھانوی صاحب پر انکشاف نہ ہوتا بلکہ پہلے بھی کوئی محدث اس کی نشاندہی کرتا۔

سر خدا کہ عارف سالک بہ کس نگفت در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ راز کہ عارف سالک نے بھی کسی کو نہیں بتایا، حیرانگی کی بات ہے کہ شراب بیچنے والے نے وہ راز کہاں سے سن لیا۔

مزید گزارش ہے کہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک دو نسخوں میں ہوتی حالانکہ جلاء الافہام کا جو بھی نسخہ ہو اور جس مطبع کا بھی چھپا ہوا ہو سب میں صوتہ لکھا ہوا ہے پھر ترمذی صاحب پر لازم تھا کہ (للہ در حکیم الامت) کہنے سے پہلے جلاء الافہام کے اصل ماخذ طبرانی سے ثابت کرتے کہ وہاں صلوتہ لکھا ہوا ہے انہوں نے طبرانی کی طرف مراجعت کیے بغیر ہی للہ در حکیم الامت کہہ دیا۔

(نوٹ) معجم کبیر طبرانی پچیس (25) جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس میں حضرت ابودرداء کی یہ حدیث منقول نہیں ہے اور اس کی ابھی پانچ جلدیں نہیں چھپ سکیں۔ جب وہ شائع ہو جائینگی تو پھر ہم اصل کتاب سے دیکھ کر اس کی مزید تحقیق کریں گے۔ معجم صغیر طبرانی اور معجم اوسط طبرانی میں بھی یہ حدیث موجود نہیں ہے۔

مزید گزارش یہ ہے کہ ابن قیم بہت بڑے محقق عالم تھے انہوں نے جب طبرانی سے صوتہ کے لفظ نقل کیے ہیں تو ضرور ان کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہوگا جس میں صوتہ کے الفاظ ہوں گے۔ ابن قیم لکیر کے فقیر نہ تھے بلکہ علم حدیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور اسماء الرجال اور علل حدیث پر کامل دست گاہ رکھتے تھے۔

نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ نیل الاوطار میں جو حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابودرداء نے

ارشاد فرمایا کہ ﴿لیس من عبد یصلی علیّ الا بلغنی صلوته حیث کان﴾ اس سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ ان سے دوسرے الفاظ منقول نہ ہوں؟ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابودرداء سے دونوں روایتیں منقول ہوں ایک میں صلوته کا لفظ ہو ایک میں صوته کا لفظ ہو جس طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو درداء سے ہی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوته ، الخ﴾ امام سخاوی نے القول البدیع میں ﴿صلوته﴾ نقل فرمایا ہے (ملاحظہ ہو القول البدیع صفحہ نمبر 61)

اور علامہ ابن حجر مکی نے - جو ملا علی قاری کے استاد، نویں صدی کے مجدد، اور بلند پایہ محدث، مشکوۃ شریف کے شارح بھی تھے - اپنی مایہ ناز کتاب [الجوهر المنظم فی زیارة النبی المکرم] کے صفحہ نمبر 20 پر یہ حدیث پاک اس طرح نقل کی ہے ﴿اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهده الملئکة لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی قال ان الله حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء﴾

اگر قاضی شوکانی اور علامہ سخاوی نے صلوته کے لفظ ذکر کیے ہیں تو علامہ ابن قیم اور علامہ ابن حجر مکی نے ﴿صوته﴾ کے لفظ نقل کیے ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ طبرانی میں دونوں طرح کے الفاظ ہوں گے کیونکہ سب حضرات نے حوالہ طبرانی کا دیا ہے۔

ماضی قریب کے ایک بہت بڑے عالم علامہ یوسف ابن اسماعیل نبہانی نے اپنی کتاب [حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ] میں اس حدیث پاک کو اس طرح نقل کیا ہے ﴿لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوته حیث کان﴾ نیز ملاحظہ ہو (اربعین نبویہ صفحہ نمبر 39 انوار احمدیہ صفحہ نمبر 76)

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ علامہ نبہانی بیروت کے رہنے والے تھے اور طبرانی

بھی بیروت سے شائع ہو رہی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے طبرانی سے دیکھ کر یہ الفاظ نقل کیے ہوں گے۔

تھانوی صاحب نے مزید یہ ارشاد فرمایا کہ

''اگر ﴿بلغنی صوته﴾ کل ازمنہ وامکنہ (سب جگہوں اور زمانوں) واحوال اور جمیع مصلین میں عام لیا جائے تب بھی اہل حق کے کسی دعوی مقصودہ کو مضر نہیں اور نہ ان کے غیر کے کسی دعوی مقصودہ کو مفید'' (البوادر والنوادر صفحہ نمبر 206)

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ جب حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوته حیث کان﴾ یہاں ﴿من عبد﴾ نکرہ جو حیز نفی میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر یہاں من بھی موجود ہے جو اس نے عموم کو مزید پختہ کر رہا ہے تو اس کے بعد تھانوی صاحب کا یہ ارشاد فرمانا کہ ''اگر تمام درود شریف پڑھنے والے مراد لیے جائیں'' ہماری سمجھ میں نہیں آیا جب حدیث پاک کے الفاظ عموم پر دلالت کر رہے ہیں تو تھانوی صاحب کا لفظ ''اگر'' بولنا مہمل ہے۔ معلوم نہیں کہ اگر مگر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

نیز کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی آدمی نبی پاک ﷺ پر درود پاک نہ پڑھ رہا ہو تو پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر جمیع احوال مراد لے لیے جائیں یہ بھی ان کی بات لغو ہے کیونکہ جب سرکار ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ جو میرے اوپر درود پاک پڑھے گا اس کی آواز مجھ تک پہنچ جائیگی اور درود پڑھنے والوں سے کوئی لمحہ خالی نہیں جاتا تو الفاظ حدیث سے ہی ثابت ہو گیا کہ نبی پاک ﷺ ہر درود پڑھنے والے کی آواز کو سنتے ہیں۔

تھانوی صاحب نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمام امکنہ مراد ہوں تو یہاں بھی ان کا لفظ ''اگر'' بولنا غلط ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے ﴿بلغنی صوته حیث کان﴾ اور ﴿حیث﴾

مکان کی تعمیم کیلئے آتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ﴿حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (البقرہ:۱۴۴) "تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو قبلہ کی طرف پھیر لو" نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ (التوبہ:۵) "مشرک جہاں بھی ملیں ان کو قتل کردو" جس طرح ان آیات میں حیث عموم کیلئے ہے اسی طرح حدیث پاک میں جو الفاظ آئے ہیں ﴿بلغنی صوته حیث کان﴾ یہاں بھی حیث عموم کیلئے ہے

تھانوی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر کل ازمنہ وامکنہ اور تمام درود پڑھنے والے مراد ہوں تب بھی کسی اہل حق کے دعوی کو مضر نہیں۔

ہم اس کے جواب میں یہ گزارش کرتے ہیں اگر نبی پاک ﷺ کا ہر درود پاک پڑھنے والے کی آواز کو سن لینا اہل حق کے کسی دعوی کو مضر نہیں تھا تو تھانوی صاحب نے خود بہشتی زیور میں یہ کیوں لکھا کہ کسی نبی ولی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی یہ شرک ہے (بہشتی زیور صفحہ نمبر 30)

تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 20 اسی طرح فتاوی رشیدیہ صفحہ نمبر 15 پر گنگوہی صاحب کا بھی یہی فتوی ہے۔

اور گنگوہی صاحب کا اپنے بارے میں ارشاد ہے کہ سن لو کہ حق وہی ہے جو میری زبان سے نکلتا ہے اور ہدایت اور نجات میری اتباع پر موقوف ہے اور انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تقویۃ الایمان کے تمام مسائل صحیح ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے (فتاوی رشیدیہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 20)

تھانوی صاحب اور ان کے مریدان باصفا ارشاد فرمائیں اگر نبی پاک ﷺ کا ہر درود پاک پڑھنے والے کی آواز کو سن لینا دیوبندیوں کے کسی دعوی مقصودہ کو مضر نہیں تھا تو پھر نبی پاک ﷺ کے دور سے سننے پر یہ شرک کے فتوے کیوں لگائے گئے اور تھانوی صاحب نے ا

حدیث کی سند پر خواہ مخواہ سخن سازی کیوں کی؟ تھانوی صاحب کی اس سخن سازی سے پتہ چلتا ہے کہ جو انہوں نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا تھا وہ سو فیصد درست تھا ان کا یہ ارشاد گرامی ہم قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ

''میں بھی بے وقوف ہی سا ہوں'' (افاضات یومیہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 240)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

''میں بے وقوف ہوں مثل ہد ہد کے''

اب قارئین ناظرین اندازہ فرمائیں کہ جس امت کے حکیم ہی بے وقوف ہوں گے ان کے مریضوں کا کیا حال ہوگا قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ممکن ہے کوئی کہے کہ تھانوی صاحب نے جو کہا تھا کہ میں بے وقوف ہوں تو یہ ان کی عاجزی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے آپ کو نبی پاک ﷺ کے مماثل ثابت کرنے کیلئے آیت کریمہ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (الکھف:۱۱۰) پیش کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے بار بار کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو بطور تواضع ایسا کہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے پھر بھی دیوبندی حضرات ضد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نبی پاک ﷺ ہماری مثل نہیں تھے تو نعوذ باللہ آپ نے جھوٹ بولا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر تھانوی صاحب بے وقوف نہیں تھے تو انہوں نے جھوٹ بولا۔ نیز تھانوی صاحب کے عقل وفہم سے عاری ہونے کی دلیل ان کا یہ ملفوظ بھی ہے جو ان کی مستند کتاب افاضات یومیہ میں موجود ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا کسی نے کہا اے خبیث یہ کیا حرکت ہے تو کہتا ہے کہ جب میں سارا ہی اس کے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزو اس کے اندر چلا گیا تو حرج کیا

ہوا۔ یہ حکم بھی عقلیات سے ہوسکتا ہے ایک شخص پاخانہ کھایا کرتا تھا اور منع کرنے پر کہا کرتا تھا ک
جب یہ میرے ہی اندر تھا تو اگر میرے ہی اندر چلا جائے تو اس میں کیا حرج ہے"

تھانوی صاحب کہتے ہیں ان چیزوں کو عقل کی رو سے جائز رکھا جائیگا (افاضات یومی
جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 673)

حیرت اس بات پر ہے کہ نورالانوار میں عقل کی جو تعریف ملا جیون نے فرمائی ہے
دیوبندی حکیم الامت صاحب کی عقل پر بچی نہیں آتی۔ ملا جیون فرماتے ہیں:

"عقل آدمی کے بدن میں وہ نور ہے کہ جہاں باقی حواس کے ادراک کی انتہا ہو جا
ہے وہ وہاں رہنمائی کرتا ہے"

کیا نور بھی اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ آدمی ماں کے ساتھ زنا کرے او
معمولی عقل رکھنے والا بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ عقل کو اسی لئے عقل کہتے ہیں کہ
انسان کو بری باتوں سے روکتا ہے۔

یہاں تک ہم نے دیوبندی حضرات کے اس اعتراض کیا جواب دیا کہ حدیث میں
کاتب کی غلطی سے "لام" رہ گیا۔ ہم علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ اصل
صلوتہ تھا پھر بھی ہمارے دعوی پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ گزشتہ اوراق میں ہم ایک حدیث پاک
پیش کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں ﴿لا تجعلوا بیوتکم قبورا و لا تجعلوا قبری عید
وصلّوا علیّ فانّ صلوتکم وتسلیمکم تبلغنی حیث ما کنتم﴾

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طیبی، حضرت ملا علی قاری، علامہ مناوی اور مولوی
ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ

"نفوس قدسیہ جب بدنی علائق سے آزاد ہو جاتے ہیں تو وہ ملاء اعلی کے ساتھ ملحق ہ
جاتے ہیں اور ان کیلئے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا وہ ہر چیز کو ایسے دیکھتے سنتے ہیں جیسے وہ چیز ان

کے سامنے موجود ہے''

اس سے ثابت ہوا کہ صلوۃ وسلام کا پہنچنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سرکار ﷺ خود نہ سنتے ہوں جیسا کہ اس حدیث پاک میں لفظ یہ تھے کہ تمہارے درود وسلام مجھے پہنچیں گے تم جہاں کہیں بھی ہوگے پھر بھی شارحین حدیث نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ نفوس قدسیہ کیلئے کوئی حجاب نہیں ہوتا

اگر جلاء الافہام یا طبرانی کے اندر بھی ﴿بلغنی صلوته﴾ ہو پھر بھی اہل حق کے کسی دعوی کو مضر نہیں اور مخالفین کے کسی دعوی مقصودہ کو مفید نہیں

نیز ملا علی قاری حدیث پاک ﴿ان احدا لن یصلی علی الاعرضت علیّ صلوته .الخ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿بالمکاشفة اوبواسطة الملئكة﴾ یہاں او منع الخلو کیلئے ہے شک کیلئے نہیں ہے اگر شک کیلئے ہوتو اس امر کے اندر بھی شک ہوگا کہ آیا فرشتے پیش کرتے ہیں یا نہیں حالانکہ دیوبندی حضرات بھی اس بات کے قائل ہیں کہ فرشتے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

نوٹ: جلاء الافہام کی حدیث والی بحث اختتام کو پہنچی۔

نبی پاک ﷺ کے سماع عن البعید پر سترہویں دلیل

ماضی قریب کے ایک محقق عالم مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اپنے فتاوی میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا مادر شفیقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا اس کی تکلیف سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے آپ کو یہ حال کیونکر معلوم ہوا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا تو میں سنتا تھا اور زیر عرش فرشتوں کی

تسبیح سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا۔(فتاوی مولانا عبدالحی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 68 اور یہ روایت خصائص کبریٰ للسیوطی اور دلائل النبوۃ للبیھقی میں بھی موجود ہے)

سرفراز صاحب صفدر نے اس حدیث کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن ابراھیم جبلی مجہول ہیں۔

اس کے جواب میں اولاتو گزارش یہ ہے کہ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں علامہ صابونی سے نقل کیا ہے کہ ﴿ھذا الحدیث فی المعجزات حسن﴾

نیز راوی کے مجہول ہونے کی کئی صورتیں ہوتی ہیں: کبھی مجہول العین ہوتا ہے اور کبھی مجہول الحال، کبھی مستور اور کبھی مبہم اور جب لفظ مجہول مطلقا بولا جائے تو اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد مجہول العین ہے اب مجہول العین کا حکم معلوم کرتے ہیں۔علامہ عراقی الفیۃ الحدیث میں مجہول العین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "مجہول العین وہ ہوتا ہے جس سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہو" اور احناف کے نزدیک ایسے مجہول کی روایت قبول ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت) کسی راوی سے صرف ایک آدمی کا روایت کرنا اس کے ضعف کی دلیل نہیں بن سکتا اور نہ اس سے اس کی ثقاہت کی نفی ہوتی ہے۔

اس بارے میں مزید گزارش یہ ہے کہ دیوبندی حضرات بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک فرض نماز کا ثواب باقی مساجد کی نسبت پچاس ہزار گنا زیادہ ہے حالانکہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت ہے ﴿صلوۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام﴾

ترجمہ۔میری مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب عام مساجد کی نسبت

پچاس ہزار گنا زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی سند میں ایک راوی ہے ابوالخطاب دمشقی جو مجہول ہے۔ اب اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول بھی ہے اور وہ حدیث بخاری و مسلم کی حدیث کے خلاف بھی ہے پھر بھی دیوبندی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب باقی مساجد کی نسبت پچاس ہزار گنا زیادہ ہے اور علامہ ذہبی نے اس حدیث کو جس میں پچاس ہزار نماز کے ثواب کا ذکر ہے میزان الاعتدال میں منکر قرار دیا ہے۔ جس طرح یہاں باوجود راوی کے مجہول ہونے کے دیوبندیوں کا نظریہ یہی ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار گنا زیادہ ہے، ہماری پیش کردہ روایت میں بھی اگر راوی مجہول ہو پھر بھی دیوبندی حضرات کو مان لینا چاہیے کہ نبی پاک ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ کی اور قلم کی آواز کو سنتے تھے۔

وجہ استدلال:

جب نبی پاک ﷺ کا اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں ہوتے ہوئے قوت سماعت کا یہ عالم تھا تو اب آپ کی قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ (الضحیٰ:۴) آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

نیز دیوبندی حضرات اس حدیث کو ضعیف کہنے سے پہلے اپنے شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانی کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمالیں:

وہ اپنی کتاب اعلاء السنن میں لکھتے ہیں ﴿ لایخفیٰ ان الضعاف مقبولة معمولة بهافي فضائل الاعمال ومناقب الرجال على حاصر جوابه﴾

(اعلاء السنن جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 65)

''اور مخفی نہ رہے کہ محدثین کی تصریح کے موافق ضعیف حدیثیں فضائل اعمال اور مناقب رجال میں مقبول ہیں معمول بہا ہیں''

اگر نبی پاک ﷺ کے لوح محفوظ پر قلم کے چلنے کی آواز سننے والی حدیث ضعیف بھی

ہوتو ان کے شیخ الاسلام کے قول کے مطابق فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی قبول ہوتی ہیں اور صرف اس کا قول نہیں بلکہ جمہور محدثین کا قول ہے نیز یہ حدیث ہم نے محض تائید کے درجے میں پیش کی ہے ہمارا اصل استدلال تو صحاح ستہ کی صحیح حدیثوں سے ہے، ویسے بھی نبی پاک ﷺ کے دور سے سننے کا عقیدہ باب فضائل سے تعلق رکھتا ہے اور فضائل کے اندر ضعیف حدیثوں سے استدلال ہوسکتا ہے۔

سماع عن البعید پر اٹھارھویں دلیل

﴿انّ عمر بعث جیشا وامّر علیہ رجلا یدعیٰ ساریۃ فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یاساریۃ الجبل﴾

(دلائل النبوۃ للبیھقی جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 375)

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر بھیجا جس پر ایک آدمی کو امیر بنایا جس کا نام ساریہ تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے دوران خطبہ ہی آپ بڑے زور سے ارشاد فرمانے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھ۔

ائمۂ محدثین کی آراء:

حافظ ابن حجر [الاصابہ] میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ تنقیح الرواۃ باب الکرامات میں ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی الدرر المنتثرہ صفحہ نمبر 254 پر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ علامہ قطب الدین حلبی نے اس حدیث کی صحت کے بارے میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ علامہ سخاوی المقاصد الحسنہ میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿قال شیخنا ھذا حدیث حسن﴾ (ملاحظہ ہو المقاصد الحسنہ صفحہ نمبر 154) علامہ سخاوی جو حافظ ابن حجر کے شاگرد ہیں انہوں نے جو ارشاد فرمایا کہ ہمارے

شیخ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے الاصابہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 2 پہ ارشاد فرمایا کہ ﴿ ھذا اسناد حسن ﴾ (ملاحظہ ہو الاصابہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 2) یہ روایت الوفا صفحہ نمبر 392 پر بھی موجود ہے۔ علامہ پرھاروی نے اس واقعہ کو نبراس میں نقل فرمایا ہے (ملاحظہ ہو نبراس صفحہ نمبر 481) حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو البدایہ والنھایہ میں جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 130 پر نقل فرمایا نیز اسی کتاب کے صفحہ نمبر 143 پر بھی موجود ہے۔ حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی روایت کو ازالۃ الخفاء جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 166 پر نقل فرمایا ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو دور سے پکارنا شرک نہیں ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ذات اس کا ارتکاب نہ کرتی نیز معلوم ہوا کہ جب حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتنی دور سے آواز کو سن سکتے ہیں تو نبی پاک ﷺ بھی دور سے امتیوں کے درود و سلام کو سن سکتے ہیں حضرت ملا علی قاری اس حدیث سے مستنبط ہونیوالے مسائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿فیہ انواع من الکرامۃ لعمر کشف المعرکۃ وایصال صوتہ وسماع کل منھم لصیحتہ﴾

(مرقاۃ جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 334)

"اس حدیث سے حضرت عمر کی کئی کرامات ثابت ہوتی ہیں، میدان کارزار کا آپ پر منکشف ہونا، اپنی آواز کو ان تک پہنچانا اور ان میں سے ہر ایک کا آپ کی آواز و پکار کو سننا۔

(نوٹ)

مشہور دیوبندی عالم، سرفراز صاحب صفدر اپنی فطرت سے مجبور ہو کر کہتے رہے کہ یہ حدیث طبقہ ثالثہ کی ہے اور طبقہ ثالثہ والی احادیث کے بارے میں فقہاء کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیثیں

ضعیف ہیں بالآخر مرتے مرتے ان کی زبان پر کلمہ حق غالب آ گیا اور اقرار کر لیا کہ غالب گمان ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (ملاحظہ ہو گلدستہ توحید صفحہ نمبر 141)

انیسویں دلیل:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ انّ للّٰہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علیٰ قبری ما من احد یصلّی علیّ الا بلّغنیھا﴾ (تاریخ کبیر للبخاری جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 416)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی آوازوں کے سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے جو بھی میرے اوپر درود پڑھے گا تو فرشتہ مجھ تک پہنچا دے گا۔

تخریج:

اس حدیث پاک کو کثیر محدثین نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں جلاء الافہام صفحہ نمبر 60، القول البدیع للسخاوی صفحہ نمبر 112، الفتح الکبیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 411، الجامع الصغیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 94، السراج المنیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 520، الترغیب والترھیب جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 499، الجواہر المنظم صفحہ نمبر 20۔

دیوبندی مذہب کے مشہور عالم مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب [المسلک المنصور] میں اسی حدیث کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام کو سن کر حضرت نبوی میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ ان کے صلوۃ وسلام کا جواب دیتے ہیں۔ (المسلک المنصور صفحہ نمبر 80)

انہی گکھڑوی صاحب نے اپنی دوسری کتاب [الشہاب المبین] میں بھی اس کو نقل کیا

اور صحیح قرار دیا۔

دیوبندیوں کے مشہور عالم مولوی مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اپنی کتاب [کفایت المفتی] میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا (ملاحظہ ہو کفایت المفتی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 159)

(نوٹ)

مفتی کفایت اللہ دیوبندیوں کے وہ عالم ہیں جن کی [المہند] پر تصدیق بھی موجود ہے مقصد یہ ہے کہ مفتی کفایت اللہ کا شمار دیوبند کے چوٹی کے اکابرین میں ہوتا ہے۔

مولوی سرفراز صفدر صاحب کی دوغلی پالیسی:

مولوی سرفراز صاحب نے اس حدیث کو دیوبندی حضرات کے مماتی گروپ کے خلاف پیش کیا لیکن جب اہل سنت نے اس حدیث سے استدلال کیا۔

(کہ جب نبی پاک ﷺ کے روضہ مبارک پر کھڑے ہونے والے کا علم اتنا ہے کہ کائنات میں درود پاک پڑھنے والے کی آواز کو سن بھی لیتا ہے اور اس کی آواز کو نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا بھی دیتا ہے تو پھر نبی پاک ﷺ کی قوت سماعت کا کیا حال ہوگا کیونکہ سرکار ﷺ کی بارگاہ وہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بھی سرکار ﷺ کے در کے غلام ہیں، جس طرح مولانا جامی نے ارشاد فرمایا

عرش است کمیں پایہ زایوان محمد ﷺ　　جبرئیل امین خادم و دربان محمد ﷺ

(کلیات جامی)

تو اہل سنت کے اس استدلال کے بعد مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب [تبرید النواظر صفحہ نمبر 185] پر فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے تین راویوں پر جرح فرمائی یہاں ہم سرفراز صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کر رہے ہیں

سرفراز صاحب کا پہلا اعتراض:

سرفراز صاحب فرماتے ہیں:

''اس کا پہلا راوی ''اسماعیل بن ابراہیم ابویحیٰی تیمی'' ہے اور وہ ضعیف ہے''

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اس روایت کی متعدد سندیں ہیں جن میں سے چار سندیں ایسی ہیں جن میں اس راوی کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ اگر کسی ایک سند میں یہ راوی موجود ہے تو اس کی وجہ سے تمام سندوں کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔

دوسرا اعتراض:

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی ''ابن حمیری'' ہے اس کے بارے میں علامہ سرفراز صاحب نے ذہبی سے نقل کیا ہے کہ یہ مجہول ہے۔

اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ علامہ سخاوی نے [القول البدیع] میں ارشاد فرمایا ﴿قلت هو معروف﴾ یعنی یہ مجہول نہیں ہے بلکہ معروف ہے۔ نیز علامہ سخاوی نے ارشاد فرمایا ﴿ذكره ابن حبان فی ثقات التابعين﴾ ''ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے'' (ملاحظہ ہو القول البدیع صفحہ نمبر 112)

جہاں تک علامہ ذہبی کے مجہول کہنے کا تعلق ہے تو انہوں نے حدیث پاک ﴿الانبياء احياء فی قبورهم يصلون﴾ کے ایک راوی ''حجاج بن الاسود'' کے بارے میں کہا ہے کہ یہ مجہول ہے۔ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 460) لیکن مولوی سرفراز صاحب صفدر علامہ ذہبی کی اس بات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علامہ ذہبی کا یہ قول کہ '' حجاج بن الاسود مجہول ہے'' صحیح نہیں ہے اور آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ائمۂ جرح وتعدیل اور چوٹی کے محدثین کرام ان کو ثقہ کہتے ہیں تو پھر وہ مجہول کیسے ہو سکتے ہیں؟

سرفراز صاحب سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر علامہ ذہبی کو '' حجاج بن الاسود'' کے بارے میں تسامح ہو سکتا ہے تو یہاں بھی کیوں نہیں ہو سکتا؟

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ایک صحابی ''مدلاج بن عمرو اسلمی'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ﴿لایدری من ھو﴾ ''معلوم نہیں یہ کون ہیں؟'' تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿وھذا صحابی ذکرہ ابن حبان وغیرہ فی الصحابۃ﴾ ''مدلاج بن عمرو صحابی ہیں اور ابن حبان وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے''
(ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 12)

جب علامہ ذہبی غلط فہمی کی وجہ سے صحابی کو مجہول قرار دے دیتے ہیں تو اگر انہوں نے ابن حمیری کو مجہول کہہ دیا تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟

تیسرا اعتراض:

سرفراز صاحب نے اس حدیث کی سند کے ایک اور راوی ''نعیم ابن ضمضم'' پر جرح کی ہے اور علامہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ ﴿ضعفہ بعضھم﴾ ''بعض علماء نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے''

اس بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں پوری تفصیل کے ساتھ عرض کر چکے ہیں کہ اس طرح کے الفاظ کا شمار جرح مبہم میں ہوتا ہے۔ اور اصول کی کتابوں میں تصریح ہے کہ جرح مبہم قبول نہیں ہوتی۔ (ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ نمبر 192، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل صفحہ نمبر 8، حسامی صفحہ نمبر 120، مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت صفحہ نمبر 200، تحریر الاصول مع التقریر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 328، نخبۃ الفکر صفحہ نمبر 40، توضیح تلویح صفحہ نمبر 400)

نیز علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ [لسان المیزان] میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ علامہ ذہبی نے فرمایا ہے کہ ''نعیم بن ضمضم'' کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ﴿ما عرفت الی الآن من ضعفہ﴾ (لسان المیزان جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 169)

ترجمہ:

''میں نے اب تک نہیں جانا کہ کس نے نعیم بن ضمضم کو ضعیف قرار دیا ہے''

اور ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں نعیم بن ضمضم کو ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب الثقات جلد نمبر 10)

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو خود مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب [اخفاء الذکر] میں اصول بیان کیا ہے کہ جس راوی کی بعض محدثین نے تضعیف کی ہو بعض نے توثیق کی ہو اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

شارح مسلم، حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی دام ظلہ نے اپنی کتاب [ذکر بالجہر] میں حدیث ﴿خیر الذکر الخفی﴾ پہ جرح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کی سند میں ایک راوی ''اسامہ بن زید'' ہے۔ وہ ''عدوی'' ہو تب بھی ضعیف ہے ''لیثی'' ہو تب بھی ضعیف ہے۔

اس کے جواب میں مولوی سرفراز صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے جو راوی بھی ہو بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہو گی اور بعض نے تضعیف کی ہو گی ایسے راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے لیکن اس کی سند میں ابراہیم بن یحیی جیسا کذّاب راوی نہیں ہو گا۔

(اخفاء الذکر صفحہ نمبر 41)

ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ ہماری پیش کردہ حدیث میں راوی ابن حمیری اور نعیم بن ضمضم بھی ایسے راوی ہیں کہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے ان کی تضعیف کی ہے لیکن اس میں محمد بن محصن عکاشی اور محمد بن قاسم جیسا کذاب راوی کوئی نہیں ہو گا۔

حضرت موصوف نے اپنی کتاب سماع موتی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب تک میت کی قبر پر لپائی نہ کر دی جائے اس وقت تک وہ اذان کی آواز سنتا ہے۔

(سماع موتی صفحہ نمبر 231)

اس کی سند میں ایک راوی ''محمد بن قاسم'' ہے۔

حافظ ابن حجر نے [تلخیص الحبیر] میں فرمایا کہ محمد بن قاسم کذّاب وضّاع ہے۔

(ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر جلد 2 صفحہ نمبر 132)

اسی طرح حضرت نے اپنی کتاب [راہ سنّت] میں ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز۔ الخ

اس میں ایک راوی محمد بن محصن عکاشی ہے جو کذّاب ہے بجائے اس کے کہ ہم دیگر محدثین کے اقوال نقل کریں ہم حافظ ابن حجر کے حوالے پر اکتفاء کرتے ہیں انہوں نے (تقریب التھذیب جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 317) پر ارشاد فرمایا ﴿کذّبوہ﴾ تمام محدثین نے اس کو کذّاب قرار دیا ہے۔

یہ انصاف کی کون سی قسم ہے کہ جب اپنی باری آئے تو کذابوں سے بھی نقل شدہ روایت قبول کرلی جائے اور جب اہل سنت کی باری آئے تو کسی راوی پر جرح کا ادنیٰ سا کلمہ بھی اگر منقول ہو تو اس کو نقل کر کے یہ تاثر دیا جائے کہ یہ ضعیف ہے علامہ عزیزی نے [السراج المنیر] شرح جامع الصغیر میں ارشاد فرمایا ﴿قال الشیخ ھذا حدیث حسن﴾

(السراج المنیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 520)

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب [تفریح الخواطر] میں لکھا کہ علامہ عزیزی ضعیف حدیث کو بھی حسن اور صحیح کہہ دیتے ہیں اور اس بارے میں وہ متساہل ہیں اور حضرت گکھڑوی صاحب نے امام سیوطی کی کتاب الجامع الصغیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجامع الصغیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 94)

لیکن انہی مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب [تسکین الصدور] میں حدیث پاک ﴿ما من احد یسلّم علیّ الا، الخ﴾ کے بارے میں علامہ عزیزی سے نقل کیا ہے کہ

اسنادہ حسن ﴾ اور (السراج المنیر جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 279) کا حوالہ دیا۔

اب حضرت صاحب سے سوال ہے کہ اگر علامہ عزیزی قسابل تھے تو حضرت نے یہاں ان کے حوالے سے اس حدیث کی سند کو حسن کیوں قرار دیا حالانکہ (الجامع الصغیر صفحہ نمبر 147) پر منقول ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہاں سرفراز صاحب امام سیوطی کی بات کو کیوں نہیں مانتے؟

اصل بات یہ ہے کہ امام سیوطی کی [الجامع الصغیر] میں کتابت کی غلطیوں کی وجہ سے کہیں ﴿ض﴾ کی جگہ ﴿ح﴾ لکھی گئی کہیں ﴿ح﴾ کی جگہ ﴿ض﴾ لکھی گئی اور کہیں ﴿ض﴾ کی جگہ ﴿ص﴾ لکھی گئی اور کہیں ﴿ص﴾ کی جگہ ﴿غ﴾ ورنہ اگر علامہ عزیزی کے پاس [الجامع الصغیر] کا وہ نسخہ ہوتا جس میں اس حدیث کیلئے علامت ﴿ض﴾ استعمال ہوئی ہوتی تو وہ کبھی یہ نہ فرماتے ﴿قال الشیخ ھذا حدیث حسن﴾

کیا ایک متدین عالم دین یہ جرات کرسکتا ہے کہ امام سیوطی تو فرمائیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور وہ انہی کے حوالے سے فرمائیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اگر حضرت کو امام سیوطی پر اعتماد ہے تو انہوں نے (خصائص کبریٰ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 180 پر) اس حدیث کو نقل کیا ہے اور امام سیوطی نے خصائص کے مقدمہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے خصائص کبریٰ کے اندر ضعیف حدیثیں نقل نہیں کیں اور جن احادیث کی اسانید میں ضعف تھا ان کے اور طرق اور شواہد نقل کیے ہیں اور اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کئی ضعیف سندیں مل جائیں تو حدیث حسن ہو جاتی ہے۔

اگر امام سیوطی سرفراز صاحب کے معتمد علیہ ہیں تو اس حوالے سے ان کی تسلی ہو جانی چاہیے کیونکہ ہم تو انؐ کے خادم ہیں ہم تو چاہتے ہیں کسی طرح ان کی تسلی ہو جائے۔

نیز سرفراز صاحب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ اسماء الرجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں

انہوں نے تاریخ بغداد میں پڑھا ہوگا کہ خطیب بغدادی نے امام صاحب پر کتنی سخت جرح کی ہے اور جرح کا کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے جو انہوں نے امام صاحب کے بارے میں نقل نہ کیا ہو(ملاحظہ ہو تاریخ بغداد جلد نمبر 13)

نیز امام بخاری نے [تاریخ صغیر] میں امام صاحب کے بارے میں فرمایا﴿کان مرجیاسکتوا عن حدیثہ وعن رایہ﴾(تاریخ صغیر جلد نمبر 2)

اسی طرح امام صاحب کے شاگرد حسن بن زیاد کو تمام محدثین نے کذّاب قرار دیا ہے تو کیا سرفراز صاحب کا حسن بن زیاد کے بارے میں یہی نظریہ ہے؟ نیز امام محمد کے بارے میں لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یحیی ابن معین اور دیگر کئی محدثین نے ان کو کذّاب قرار دیا تو کیا مولوی سرفراز صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے؟ امام نسائی اور دارقطنی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور امام محمد کو ضعیف قرار دیا، امام احمد نے کتاب السنہ میں امام ابوحنیفہ اور دیگر کئی حنفی محدثین کو متروک قرار دیا ہے تو کیا مولوی سرفراز صاحب ان جروح کو معتبر مانتے ہیں؟ کامل ابن عدی میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف کو ضعیف قرار دیا گیا ہے لیکن مولوی سرفراز صاحب ان مقامات پر ان جروح کا اعتبار کیوں نہیں کرتے؟

علامہ ذہبی نے [میزان الاعتدال] میں لکھا ہے کہ صحیحین میں بہت سے راوی ایسے ہیں کہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی۔

[نخبۃ الفکر] میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں اسّی (80) راوی متکلم فیہ ہیں، مسلم شریف میں ایک سو ساٹھ (160) راوی متکلم فیہ ہیں۔ تو کیا سرفراز صاحب ان متکلم فیہ راویوں کی وجہ سے بخاری شریف کی اسّی (80) حدیثوں کو اور مسلم شریف کی ایک سو ساٹھ (160) حدیثوں کو ضعیف قرار دیں گے؟ حالانکہ سرفراز صاحب اپنی کئی کتابوں میں تصریح کر چکے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام احادیث صحیح ہیں اور اس بات پر سرفراز صاحب اجماع

کے مدعی ہیں کہ بخاری و مسلم میں موجود تمام احادیث مرویہ صحیح ہیں۔

نیز حدیث پاک جو اس وقت موضوع بحث ہے یعنی ﴿ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علیٰ قبری مامن احد یصلی علیّ الاقال یا محمّد ﷺ﴾ اس کے بارے میں علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے (نسیم الریاض جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 503)

اور یہ اصولِ حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی حدیث پر اہل علم کا عمل ہو یا اس کو اہل علم کی تلقّی حاصل ہو جائے تو حدیث باوجود سند کے ضعیف ہونے کے مقبول ہوتی ہے بالفرض اگر ہم مان بھی لیں کہ مذکورہ بالا حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے تو پھر بھی اہل علم کی تلقّی بالقبول کی وجہ سے اس کو صحیح سمجھا جائے گا۔

ہم اس کی ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے ایک حدیث کی بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک راوی ہے "حنش" جس کو بعض محدثین نے کذاب قرار دیا ہے لیکن اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ حضرت ملا علی قاری [مرقاۃ] میں فرماتے ہیں ﴿یرید الترمذی تقویة الحدیث بعمل اھل العلم بہ﴾ "امام ترمذی نے اہلِ علم کے عمل کا ذکر حدیث کی تقویت کے لیے کیا ہے"

اور امام جلال الدین سیوطی [التعقبات علی الموضوعات] میں فرماتے ہیں ﴿قد صرّح غیر واحد من العلماء بان من دلیل صحة الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ﴾ (التعقبات صفحہ نمبر 40)

ترجمہ:

کثیر علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل علم اس کے مضمون کے قائل ہوں اگرچہ اس کی سند قابل اعتماد نہ بھی ہو

دیوبندیوں کے چوٹی کے عالم دین مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنی کتاب کفایت المفتی میں ارشاد فرمایا کہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روضے پاک پر ایک فرشتہ کھڑا ہے جو تمام درود پڑھنے والوں کی آوازوں کو سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔(کفایت المفتی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 160)

مولانا سرفراز صاحب نے بھی اس عبارت کو اپنی کتاب [المسلک المنصور] میں نقل کیا ہے، اب حضرت سے سوال یہ ہے کہ اگر یہ حدیث ضعیف تھی تو آپ نے [المسلک المنصور] اور [الشھاب المبین] میں اس کو صحیح کیوں قرار دیا؟؟؟ اور اگر یہ صحیح تھی تو آپ نے [تبرید النواظر] اور [تفریح الخواطر] میں اس کو ضعیف کیوں قرار دیا؟؟؟

مولانا سرفراز صاحب کی ان چال بازیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جو اپنے آپ کو "اثیم" کہتے ہیں وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ انتہائی بد دیانتی ہے کہ ایک حدیث کو جب خود میدان استدلال میں پیش کیا جائے تو صحیح قرار دیا جائے اور جب اس سے فریق مخالف استدلال کرے تو ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیا جائے۔ ایسا آدمی حقیقتاً "اثیم" ہی ہے اور اثیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ (البقرہ:۲۷۶) "اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گنہگار کو پسند نہیں فرماتے ہیں"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ (دخان:۴۳،۴۶) "بے شک درخت سینڈ کا کھانا ہے گنہگار کا جیسے پگھلا ہوا تانبہ کھولتا ہے پیٹوں میں جیسے کھولتا پانی"

تیسری ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾ (القلم:۱۲) "حد سے بڑھا بڑا گنہگار"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ (جاثیہ:۷) "خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کیلئے"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ﴾ (شعراء:۲۲۲،۲۲۱) ''میں بتلاؤں تم کو کس پر اترتے ہیں شیطان؟ اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا﴾ (النساء:۱۰۷) ''اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغاباز گنہگار''

(نوٹ)

اس سے بڑی دغابازی کونسی ہوگی کہ جب ایک حدیث پاک سے اپنا مسئلہ کشید ہوتا ہو تو بڑے زور و شور سے اس حدیث کو صحیح ثابت کیا جائے اور جب کوئی اور غریب اس سے استدلال کرے تو آدمی پنجہ جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑھ جائے!!!-

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ﴾ (المطففین:۱۲)

''اس کو جھٹلاتا ہے وہی جو بڑھ نکلنے والا گنہگار ہے''

ممکن ہے کہ سرفراز صاحب کے حواری کہیں کہ حضرت جو اپنے آپ کو اثیم کہتے ہیں وہ بطور تواضع کہتے ہیں ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم حضرت کو اثیم کہیں اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز صاحب اپنی کتاب [تنقید متین] میں نبی پاک ﷺ کے علم غیب کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں

اگر نبی پاک ﷺ کو علم غیب ہو اور آپ ﷺ بطور تواضع کہیں کہ مجھے علم غیب نہیں ہے تو یہ معاذ اللہ جھوٹ ہوگا''

سرفراز صاحب کے مسلمات کی روشنی میں تواضع جب جھوٹ کے مترادف ہے تو ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حضرت موصوف جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ آپ سفید ریش آدمی ہیں اور اپنے آپ کو شیخ الحدیث کہلاتے ہیں تو واضح ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو اثیم فرمایا تو لامحالہ سچ ہی

فرمایا ہوگا۔ لامحالہ آپ مندرجہ بالا آیات کے مصداق ہیں۔

مزید گزارش یہ ہے کہ اگر ہم بالفرض محال تسلیم بھی کرلیں کہ حدیث شریف ﴿ان للّٰہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق ﴾ از روئے سند بھی ضعیف ہے اور از روئے متن بھی ضعیف ہے، پھر بھی اس سے نبی پاک ﷺ کی شان اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ پاک پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سلام پہنچانے کیلئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے اور گزشتہ اوراق میں ہم دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانی کی یہ عبارت پیش کر چکے ہیں دوبارہ ملاحظہ ہو ﴿لایخفیٰ ان الضعاف مقبولة ومعمولة بها فی فضائل الاعمال ومناقب الرجال ﴾ لہذا ضعیف ہونے کی صورت میں بھی چونکہ اس میں سرکار ﷺ کی فضیلت ہے لہذا باب مناقب میں اسکا اعتبار کیا جائیگا۔

بعض دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی آوازیں سنا دیتا ہے لہذا وہ سن سکتا ہے نبی پاک ﷺ نہیں سن سکتے۔ اس کے جواب میں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ اگر دور سے سننا شرک ہے تو فرشتہ سنے یا کوئی اور سنے شرک ہونا چاہیے۔ کیونکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شرک کی یہ تعریف کی ہے کہ ﴿الشرک ان یثبت لغیر اللّٰہ تعالی شیئا من صفاته المختصة به﴾ (الفوز الکبیر)

ترجمہ:

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے ثابت کی جائے۔

فرشتہ بھی تو غیر اللہ ہے اگر وہ دور سے سن لے تو پھر شرک کیوں نہیں؟ اگر نبی پاک ﷺ سن لیں تو شرک کیوں لازم آجاتا ہے؟

نیز علماء دیوبند اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ اور میزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کیے ہوئے بیٹھے ہیں ان کا

عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہونگی عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا کسی اور قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے جیسے کہ آفتاب سے نور چاند میں آیا ہوا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہے اور یہی معنی ﴿لولاک لما خلقت الافلاک. و اوّل ما خلق اللہ نوری. وانا نبی الانبیاء﴾ وغیرہ کے ہیں (شہاب ثاقب صفحہ نمبر 47)

[شہاب ثاقب] کے اس اقتباس سے ثابت ہو گیا کہ نبی پاک ﷺ ہر کمال میں واسطہ ہیں اور جب آپ ہر کمال میں واسطہ ہیں کسی اور کو جو کوئی کمال ملتا ہے وہ آپ کے طفیل ملتا ہے تو آپ بطریق اولیٰ ہر کمالِ کے ساتھ متصف ہیں۔ دور سے سننا بھی تو ایک کمال ہے تو نبی پاک ﷺ اسکے ساتھ بطریق اولیٰ متصف ہونگے۔

اگر وہ کہیں کہ دور سے سننا کمال نہیں ہے تو پھر اس صفت کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ کیوں قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تو ہر صفت صفت کمال ہے اور مولوی حسین احمد مدنی (شہاب ثاقب صفحہ نمبر 54 پر) اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"یہ جملہ حضرات ذات سرور کائنات ﷺ کو باوجود افضل الخلائق اور خاتم النبیین ﷺ ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کیلئے اہل عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی ہوں اور نبوت ہو یا رسالت اور صدیقیت ہو یا شہادت وسخاوت ہو یا شجاعت وحلم یا مروت وبطوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اوّلاً وبالذات آپ کی ذات والا صفات ﷺ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کی جانب سے متصف کی گئی اور آپ کے ذریعے سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل جملہ کمالات ہے اسکی نسبت بھی ان حضرات کا یہی عقیدہ ہے"

اس طویل اقتباس سے ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ ہر کمال سے حقیقتاً متصف ہیں اور

باقی حضرات مجازاً۔تو پھر جس فرشتے کو یہ کمال ملا ہے کہ وہ دور سے سب مخلوقات کی آوازیں سن لیتا ہے وہ اس کمال کے ساتھ مجازاً متصف ہے اور سرکار حقیقتاً! جب مجازی طور پر متصف ہونے والی کی سماعت کا عالم یہ ہے کہ تو جن کے طفیل اسے یہ دولت ملی ہے اس ہستی کی قوتِ سماعت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر کمال سے بالذات متصف ہیں اور باقی حضرات بالعرض اور یہ قاعدہ ہے کہ جو بالذات کسی کمال کے ساتھ متصف ہوتا ہے وہ اس کمال کے ساتھ حقیقتاً متصف ہوتا ہے

مثال: جس طرح کشتی میں بیٹھنے والا آدمی بھی حرکت سے متصف ہے لیکن وہ مجازاً متصف ہے اور کشتی بھی وصف حرکت کے ساتھ متصف ہے لیکن وہ حقیقتاً متصف ہے۔تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی پاک ﷺ جو ہر کمال کے ساتھ حقیقتاً متصف ہیں ان سے تو دور سے سننے والے کمال کی نفی کردی جائے اور روضہ پاک پہ کھڑا ہونے والا فرشتہ جو اس کمال کے ساتھ مجازاً متصف ہے اس کیلئے اس کمال کو ثابت کردیا جائے؟؟؟

مولوی قاسم نانوتوی بانی دیوبند اپنی کتاب [قصائد قاسمیہ] میں ارشاد فرماتے ہیں

جہان کے سارے کمال ایک تجھ میں ہیں تیرے کمالات کسی میں نہیں مگر دو چار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر 8)

باب پنجم

سرکارِ دوعالم ﷺ کی قوت سماعت کے بارے میں علماء ربانیین کے اقوال

❁❁❁❁❁❁❁

ابنِ حجر عسقلانی اور شاہ عبد العزیز کا فرمان:

مشہور محدث اور حافظ الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿ذکاء سمعہ حتی یسمع من اقصی الارض مالا یسمع غیرہ﴾ (فتح الباری جلد نمبر 12 صفحہ نمبر 323)

ترجمہ:

نبی کی قوت سماعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ زمین کے دور دراز والے حصے سے وہ چیز سن لیتا ہے جو دوسرے نہیں سن سکتے۔

اسی مضمون کی عبارت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر [فتح العزیز] میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں لکھی ہے۔ (تفسیر عزیزی پارہ نمبر 30)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت عبد اللہ ابن دینار جو مشہور تابعین میں سے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا ﴿ان لم یکن فی البیت احدفقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین﴾

ترجمہ: اگر گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو تو یہ کہہ سلام ہو نبی پاک ﷺ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

اور برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔

ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس سلام کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام﴾

ترجمہ:

(گھر میں جائے اور گھر میں کوئی بندہ موجود نہ ہو نبی پاک ﷺ پر اس وجہ سے سلام پیش کرے) کیونکہ نبی پاک ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہے۔

(شرح شفا للقاری جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 464)

سرفراز صاحب کی عقل و خرد سے بے گانگی:

مولوی سرفراز خان صفدر اپنی کتاب [تفریح الخواطر] میں حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں حرف لا چھوٹ گیا ہے اصل عبارت اس طرح ہے ﴿لا لان روح النبی علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔ انتھی عبارتہ﴾

لیکن یہ عجیب مضحکہ خیز تاویل ہے کیونکہ وجہ تو وہ نبی پاک ﷺ کو سلام دینے کی بیان کر رہے ہیں کہ وہ کیوں سلام پیش کرے تو پھر یہاں ﴿لا لان روح النبی ﷺ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ کیا سرفراز صاحب کسی نسخہ کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ وہاں ﴿لا لان روح النبی ﷺ﴾ لکھا ہوا ہے؟

نیز اگر ﴿لا لان روح النبی ﷺ﴾ عبارت ہوتی تو پھر اس کے بعد لفظ ﴿بل﴾ ہونا چاہیے تھا حالانکہ وہ موجود نہیں ہے۔

نیز سرفراز صاحب نے جو طریقہ اپنایا ہے اس کے ذریعے تو ہر مثبت کو منفی بنایا جا سکتا ہے۔ جہاں کسی دلیل کا جواب نہ بن پائے تو آدمی کہہ دے کہ یہاں حرف لا چھوٹ گیا ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی اپنی کتاب [شہاب ثاقب] میں رشید احمد گنگوہی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

﴿مرید ھم بیقیں داند که روح شیخ مقید بیك مکان نیست پس مرید ھر آنجا که باشد قریب یابعید اگر چه از شخص شیخ دور است اما از روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند ھر لحظه مستفیض گردد چوں درحل واقعه محتاج شیخ شود شیخ را بقلب حاضر آورده بلسان حال سوال کند روح شیخ او را باذن الله القاء خواهد کرد﴾ (شہاب ثاقب صفحہ نمبر 47)

ترجمہ:

مرید کو یقین کے ساتھ جان لینا چاہیے کہ اس کے پیر کی روح کسی ایک مکان کی پابند نہیں اور مرید جہاں کہیں بھی ہو دور ہو یا نزدیک ہو اگر چہ وہ شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن وہ شیخ کی روحانیت سے دور نہیں جب مرید اس بات کا پکا یقین کر لے گا ہر وقت استفادہ کرے گا اور جب کسی مشکل کے حل میں شیخ کا محتاج ہوگا تو اس کو چاہیے کہ شیخ کی روح کو دل میں حاضر کر کے زبان حال کے ساتھ اس سے سوال کرے شیخ کی روح اسکی مشکل کو حل کر دے گی!

جب دیوبندی پیر کی روح اپنے مرید کے ساتھ ہو سکتی ہے تو کیا نبی ﷺ کی روح پاک اپنے امتیوں کے گھر میں نہیں ہو سکتی؟ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ﴾ (الاحزاب:٦) نیز فرمایا ﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾ (الاعراف:١٥٦)

قاسم نانوتوی صاحب [تحذیر الناس] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ﴾ میں اولیٰ بمعنی اقرب ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کو اپنے امتیوں کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے جو انکی جانوں کو بھی حاصل نہیں۔ یہی مضمون تفسیر عثمانی میں مولوی

شبیر احمد عثمانی نے بھی لکھا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں ﴿انّ بواطنھم و قواھم روحانیۃ ملکیۃ ولذاتری مشارق الارض ومغاربھا وتسمع اطیط السماء﴾

(نسیم الریاض جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 545)

حاصل کلام یہ ہے کہ "انبیاء علیہ السلام کے باطن اور روحانی تو تیں ملکی (فرشتوں والی) ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ زمین کے مشرقی اور مغربی کناروں تک کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ کو سنتے ہیں"

علامہ قسطلانی کا ارشاد گرامی:

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ [مواہب لدنیہ] میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿قد قال علماء نا لافرق بین موتہ وحیاتہ وفی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ بعزائمھم وخواطرھم ونیاتھم ذلک عندہ جلی لاخفاء بہ﴾ "ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح ظاہری زندگی میں آپ اپنی امت کا مشاہدہ فرماتے تھے اوران کے دلوں کے ارادوں کو اوران کے عزائم کو جانتے تھے اسی طرح آج بھی جانتے ہیں اور یہ چیزیں آپ کے نزدیک بالکل واضح ہیں اس میں کوئی خفا نہیں" (مواہب الدنیہ جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 373 / زرقانی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 282 / مدخل لابن حاج جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 253)

وجہ استدلال:

جب نبی پاک ﷺ دلوں کے حالات سے واقف ہیں تو پھر آپ دور سے امت کی آوازوں کو کیوں نہیں سن سکتے؟

شاہ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿درود بہ فرست بروے ﷺ باادب واجلال وبداں کہ وے ﷺ می بیند تراو می شنود کلام ترا زیرا کہ وے ﷺ متصف است بصفات اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الٰہیہ آں است کہ **انا جلیس من ذکرنی** و مرپیغمبر ﷺ را نصیب وافراست ازیں صفت﴾ (مدارج النبوت جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 887)

ترجمہ:

تو نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیج، ادب اور تعظیم کے ساتھ۔ اور تجھے جاننا چاہیے کہ نبی پاک ﷺ تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام بھی سنتے ہیں اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور آنحضرت ﷺ کو اس سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

﴿عارفاں را مرتبہ است کہ چوں بداں مرتبہ می رسند جملگی عالم وہرچہ در عالم است میان دوانگشت خود می بینند﴾ (اخبار الاخیار صفحہ نمبر 15)

ترجمہ:

عارفوں کیلئے ایک ایسا مقام ہوتا ہے کہ اس مقام تک پہنچتے ہیں تو تمام جہان کو اور جو کچھ جہان کے اندر ہے اس کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

وجہ استدلال:

جب عرفاء کا یہ مقام ہے کہ پوری کائنات اور جو کچھ پوری کائنات کے اندر ہے اس کو دوانگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں اور کائنات کا کوئی گوشہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں ہے پھر نبی پاک ﷺ سے کوئی چیز کیسے دور ہو سکتی ہے جب نبی پاک ﷺ سے کوئی چیز دور نہیں ہے تو پھر نہ سننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین ،شاہ نقشبند کا ارشاد:

﴿حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ می گفتند کہ زمین درنظر ایں طائفہ همچو سفرہ است مامی گوئیم کہ همچو روئے ناخن است هیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست﴾ (نفحات الانس مصنفہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر 432)

ترجمہ:

حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ولیوں کی نظر میں یہ زمین دسترخوان کی طرح ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

وجہ استدلال:

جب عام اولیاء کرام کا یہ حال ہے کہ پوری زمین ان کے سامنے ناخن کی طرح تو پھر سید الانبیا ﷺ کا کیا حال ہوگا اصل دوری ہماری جانب سے ہے نبی پاک ﷺ کی جانب سے کوئی بعد نہیں ہے۔

باب ششم

استمداد و استعانت اور نداء از بعید کے متعلق دیابنہ کے شبہات کا ازالہ

❁❁❁❁❁❁❁

دیابنہ کی پہلی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (جن:۱۸)

ترجمہ: مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو۔

شبہ کا ازالہ:

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو کیونکہ اگر اس آیت کریمہ کا معنی یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو پکارنا منع ہے تو دیوبندی حضرات جو مساجد میں کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں اور اس میں پڑھتے ہیں ﴿حیّ علی الصلوۃ. حیّ علی الفلاح﴾ نماز کی طرف آؤ! بھلائی کی طرف آؤ! کیا وہ اللہ تعالیٰ کو نماز کی طرف اور بھلائی کی طرف پکارتے ہیں؟

یہاں بطور مجاز عبادت کو دعا سے تعبیر کیا گیا ہے اور جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے کیونکہ اور پکار عبادت کی جز ہے اس طریقہ تعبیر کو مجاز مرسل کہا جاتا ہے اور جو اس آیت کریمہ کا

مطلب ہم نے بیان کیا ہے تمام معتبر مفسرین نے یہی مطلب بیان کیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو:

تفسیر ابن جریر۔پارہ نمبر 29 تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 4 تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر 4 تفسیر خازن جلد نمبر 4 تفسیر کشاف جلد نمبر 4 تفسیر زاد المسیر جلد نمبر 9 تفسیر روح المعانی جلد نمبر 29 تفسیر کبیر جلد نمبر 12 تفسیر ابوسعود جلد نمبر 7 تفسیر مدراک جلد نمبر 4 تفسیر البحر المحیط جلد نمبر 4 تفسیر حسینی زیر آیت انّ المسجد للہ الخ تفسیر جلالین تفسیر صاوی جلد نمبر 4 تفسیر جمل جلد نمبر 4 تفسیر بیضاوی جلد نمبر 29 تفسیر نیشاپوری علی ھامش ابن جریر اور شیخ زادہ علی البیضاوی پارہ نمبر 29 عنایت القاضی للخفاجی علی البیضاوی 29 جلد نمبر 7

ان تمام معتبر مفسرین نے آیت کریمہ کا یہی معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔نیز نماز کے اندر تمام نمازی ﴿السلام علیک ایھا النبیّ﴾ پڑھتے ہیں اور نبی پاک ﷺ نے خود اس کی تعلیم فرمائی ہے کہ جب تم تشہد میں بیٹھو تو اس طرح پڑھو۔اگر اس آیت کا یہ مطلب ہوتا کہ مسجد میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں پکارنا چاہیے تو نبی پاک ﷺ جن کی بعثت ہی قرآن مجید سمجھانے کیلئے ہوئی ہے کما قال اللہ تبارک وتعالی ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ (النحل:۴۴) اور جس ذات پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معلّم کتاب وحکمت بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ﴾ (آل عمران:۱۶۴) پھر آپ ہرگز ایسی تعلیم نہ دیتے جس میں نماز کے اندر غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر ہے۔رہی یہ بات کہ السلام علیک ایھا النبیّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں سلام پیش کرنا یہ بطور حکایت ہے تو اس کے مفصل جوابات ہم گزشتہ اوراق میں دے چکے ہیں۔

دیابنہ کا دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ:

وہابی حضرات کا شبہ یہ ہے کہ حدیث پاک کے اندر آتا ہے ﴿الدعا ھو العبادۃ﴾ اور ﴿ الدّعا مخ العبادۃ﴾ دعا عین عبادت ہے اور دعا عبادت کا مغز ہے۔

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں اگر اس حدیث پاک کا یہ مطلب لیا جائے کہ کسی کو پکارنا اس کی عبادت بن جاتا ہے تو ان آیات کریمہ کا کیا مطلب ہوگا جن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایّھا النبی، یاایّھا الرسول، یاایّھا المزمّل، یاایّھا المدثر، یٰسین، یاایّھا الناس یاایّھا الذین امنوا، یااھل الکتب قد جاء کم رسولنا، یااھل الکتب لاتغلوا فی دینکم

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا ﴿ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا﴾ (البقرہ: ۲۶۰) ''آپ ان پرندوں کو پکاریے، یہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے یاایّھا الکفرون آپ فرمادیجئے کہ اے کافرو! اگر ہر پکار عبادت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو کافروں کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸) ''اے حبیب! آپ اعلان کردیجئے کہ تم سب کی طرف میں اللہ کا رسول ہوں''. اگر ہر پکار عبادت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی پاک ﷺ کو لوگوں کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے؟؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ﴾ (الاحزاب: ۵) ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے پکارو

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ

اِذَا دَعَاکُمْ﴾ (الانفال:۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضری دو جب نبی پاک ﷺ تمہیں پکاریں۔

اگر ہر پکار عبادت ہو تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضری دو جب نبی پاک ﷺ تمہاری عبادت کریں

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ﴿اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِی لَیْلاً وَّنَھَارًا فَلَمْ یَزِدْھُمْ دُعَاءِ یْ اِلَّا فِرَارًا﴾ (نوح:۶) اے اللہ! میں نے اپنی قوم کو دن رات تیری توحید کی طرف بلایا لیکن میرے بلانے نے ان کے بھاگنے میں اضافہ کیا

اگر ہر پکار عبادت ہو تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نوح علیہ السلام نے دن رات اپنی قوم کی عبادت کی حالانکہ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت سے روکتا ہے اور اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ﴾ (آل عمران:۱۵۳)

ترجمہ:

یاد کرو اس دن کو جب جنگ احد کے دن تم زمین میں بہت دور بھاگ رہے اور نبی پاک ﷺ تمہیں پیچھے سے پکار رہے تھے

کیا اس آیت کریمہ میں عبادت والا معنیٰ متصور ہو سکتا ہے؟

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کو عرض کیا ﴿یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ (الصافات:۱۰۲) ''اے باپ! کر گزریے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے'' اور ابراھیم علیہ السلام نے ان کو ارشاد فرمایا ﴿یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ﴾ (الصافات:۱۰۲) اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں

یہاں بھی حرف ندا استعمال ہوا ہے تو کیا یہاں بھی عبادت والا معنی مراد ہے۔ نیز نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا ﴿یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا﴾ (ہود:۴۲) اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا! تو کیا یہاں نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی عبادت کی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا ﴿یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰهِ﴾ (لقمان:۱۳) اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر ﴿یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾ (ہود:۴۸) اے نوح! اتر یے جودی پہاڑ پر ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ۔ تو کیا یہاں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی عبادت کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو عرض کیا ﴿یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ (ہود:۷۶) اے ابراہیم علیہ السلام! اس بات سے درگزر کیجئے۔ اسی طرح حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو عرض کیا ﴿یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ﴾ (المائدہ:۱۱۲) اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب طاقت رکھتا ہے۔ کیا حواری یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کر رہے ہیں۔ آذر نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا ﴿یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ﴾ (مریم:۴۶) اے ابرھیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا۔ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو عرض کیا ﴿یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ (یوسف:۲۹) اے یوسف! اس بات سے گریز کیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ﴾ (الزمر:۵۳) ''فرما دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے'' یہاں پکار بمعنی عبادت ہو سکتا ہے

نیز ارشاد باری ہے ﴿یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ (الزمر:۱۶) اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۳۸) ''اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت ان کے مسلمان

ہونے سے پہلے یہاں لائے'' یہاں سلیمان علیہ السلام نے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے ان کو پکارا ہے اور تخت لانے کے سلسلے میں ان سے مدد طلب فرما رہے ہیں یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ مافوق الاسباب امور کے اندر بھی غیر اللہ سے استعانت کی جا سکتی ہے۔

ہم نے بطور مشت نمونہ از خروارے چند آیات کریمہ پیش کی ہیں ورنہ اگر ان آیات کا استیعاب کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے

اند کے باتو بگفتم غم دل ترسیدم   کہ آزردہ نشوی ورنہ سخن بسیار است

جو ماننے والے ہیں ان کیلئے یہ آیات بھی کافی ہیں اور جو ماننے والے نہیں ہیں ان کیلئے دفتر بھی بیکار ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (یونس:۱۰۱) آیات اور ڈر سنانے والے نہ ماننے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے

ان آیات کی رو سے نتیجہ یہ نکلا کہ حدیث پاک ﴿الدعاء هو العبادة﴾ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو معبود سمجھ کر پکارنا اس کی عبادت ہے کیونکہ اگر ہر پکار عبادت ہو تو کتب نحو کے اندر جو نداء کی ابحاث مذکور ہیں وہ ساری لغو ٹھہریں گی نیز اگر ہر پکار کو عبادت کہا جائے تو علماء دیو بند کے اکابرین نے جو سرکار ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ کرتے ہوئے نداء کی ہے ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا وہ عبادت کے مرتکب ہوئے ہیں؟ کیا دیو بندیوں کا یہ فتویٰ کفر و شرک اپنے اکابرین کیلئے بھی ہے یا صرف ہمارے لیے ہے؟

(نوٹ)

ہم نے گزشتہ اوراق میں شہاب ثاقب، نشر الطیب، کلیات امدادیہ، مخزن احمدی کے حوالہ جات سے دیو بندی اکابرین کا بارگاہ رسالت میں استغاثہ کرنا اور یارسول اللہ ﷺ کہنا ذکر کیا ہے۔

دیابنہ کے تیسرے شبہ کا ازالہ:

بعض دیوبندی وہابی یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارنا تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے پھر تم کیوں یا محمد کہتے ہو۔

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ لفظِ ﴿محمد﴾ کا ایک معنی وصفی ہے، ''یعنی وہ ذات جس کی ہر آن ہر لحہ تعریف کی جائے'' اوراس کی دوسری حیثیت علم والی ہے کہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا اسم مبارک ہے۔ یا محمد کہہ کر پکارنا اس وقت منع ہے جب معنی وصفی ملحوظ نہ ہو اگر وصفی معنی مراد لے کر یا محمد کہا جائے تو یہ جائز ہے۔ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام جو آیت کریمہ ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُم كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (النور:۶۳) لیکر اترے، انہوں نے ہی نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا ﴿یامحمد! اخبرنی عن الاسلام یامحمد اخبرنی عن الایمان﴾ اے محمد ﷺ مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیے! مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجیے! اور یہ واقعہ نبی پاک ﷺ کے وصال سے صرف ایک ماہ پہلے کا ہے۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہاں وصفی معنی مراد لے کر پکارا تھا۔

یہاں نحو کے لحاظ سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وصفیت اور علمیت تو جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ جب وصفیت آجائے تو علمیت ختم ہو جاتی ہے اور جب یہ آجائے تو وصفیت ملحوظ نہیں رہتی۔

تو اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ علامہ رضی نے تصریح کی ہے ﴿والاکثر فی الوصفیة عدم مراعاته کقول حسّان

وشق له من اسمه لیجله　　فذوالعرش محمود وهذامحمد

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو اپنے نام سے مشتق فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ محمود اور نبی پاک ﷺ محمد ہیں۔ یہاں نبی پاک ﷺ کا نام بھی مراد ہے اور وصفی معنی بھی ملحوظ ہے۔(رضی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 180)

نیز نبی پاک ﷺ نے جو نابینا صحابی کو دعا سکھائی تھی اس کے اندر بھی یہ الفاظ ہیں ﴿یامحمّد انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه ،الخ﴾

اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں مبارک سن ہو گیا تو انہوں نے ﴿یامحمّداہ﴾ کہا تھا۔ نیز حدیث شفاعت کے اندر آتا ہے ﴿یامحمّد ارفع راسک قل تسمع،سل تعط،واشفع تشفّع﴾ اے محمد ﷺ سر اٹھائیے آپ کی بات سنی جائیگی آپ مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی

اور حدیث اختصام ملائکہ کے اندر آتا ہے ﴿یامحمّد هل تدری فیم یختصم الملاء الاعلیٰ﴾ اے محمد ﷺ فرشتے کس مسئلے میں بحث کر رہے ہیں۔

نیز جب سرکار ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے نعرے لگا رہے تھے ﴿یامحمّد یارسول الله﴾۔

اسی طرح سرکار ﷺ کے عاشق صادق اور مشہور نقشبندی بزرگ حضرت علامہ مولانا نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ﴿فاذا قلت یامحمداہ فکانک تنادیه وتقول تعال انامشتاق الیک﴾ (شرح جامی)

دیابنہ کے چوتھے شبہ کا ازالہ:

وہابی حضرات نداء کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں جس میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۹۴) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ

تمہاری مثل بندے ہیں بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیے کہ وہ قبول کریں تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو۔

شبہ کا ازالہ:

ان کے اس استدلال کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ سے مراد بت ہیں، کیونکہ اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف:۱۹۵)

ترجمہ:

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں۔

اگلی آیت کریمہ اس امر پر قطعی برہان ہے کہ سابقہ آیت سے مراد بت ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان پر یہ آیت کریمہ منطبق نہیں ہو سکتی کہ نہ ان کے ہاتھ ہوں نہ پاؤں ہوں نہ آنکھیں ہوں نہ کان ہوں!

بلکہ آیت کریمہ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ سے مراد تو عام انسان بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ ایسا انسان شاذ و نادر ہی ہوگا جو بیک وقت ہاتھوں سے، پاؤں سے، اور آنکھوں سے محروم ہو اور تمام مفسرین نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس آیت کریمہ سے مراد بت ہیں مثلاً ملاحظہ ہو

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 2 تفسیر کشاف جلد نمبر 2 تفسیر البحر المحیط جلد نمبر 3 روح المعانی جلد نمبر 3 تفسیر کبیر جلد نمبر 4 تفسیر بیضاوی، تفسیر عنایت القاضی جلد نمبر 3 تفسیر مظہری جلد نمبر 4 تفسیر خازن جلد نمبر 2 تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر 2 تفسیر زاد المسیر جلد نمبر 3 تفسیر

مدارک جلد نمبر 2 تفسیر صاوی جلد نمبر 1 تفسیر جلالین تفسیر جمل جلد نمبر 2 تفسیر فتح البیان جلد نمبر 3 تفسیر حسینی تفسیر ابو سعود جلد نمبر 2 تفسیر قرطبی جلد نمبر 7۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کی وضاحت:

مزید براں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ اگر دیوبندی حضرات ان تفاسیر کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی بات مان لیں وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے وہ تمہارے کام تو کیا آتے خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے ان کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہو سکتا ہے گو ان کے ظاہری ہاتھ پاؤں آنکھ کان سب کچھ تم بناتے ہو لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جس کی وجہ سے انہیں اعضاء کہا جا سکے نہ تمہارے پکارنے پر مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جایگا تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں تم ان کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع۔ تعجب ہے کہ جو چیزیں مملوک و مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز و درماندہ بلکہ وجود و کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گزری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے۔

(تفسیر عثمانی صفحہ نمبر 305)

ایک نفیس بحث ﴿من دون اللہ﴾ کے مفہوم کا تعین

نیز اس آیت کریمہ میں ﴿من دون اللہ﴾ کا لفظ آیا ہے اور ﴿من دون اللہ﴾ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ (الحج:٦٢)

اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور جس کسی کو پکارتے ہیں اس کے سوائے سو وہ باطل ہے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر انبیاء و اولیاء بھی ﴿من دون اللہ﴾ میں شامل ہوں تو پھر لازم آئیگا کہ وہ باطل ہوں حالانکہ انبیاء و اولیاء کو باطل کہنا ان کی توہین ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ﴾ (الاعراف:۳) نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ﴿من دونہ﴾ کی اتباع سے منع فرمایا ہے۔ اگر انبیاء و اولیاء بھی ﴿من دون اللہ﴾ میں داخل ہوں تو ان کی اتباع بھی منع ہوگی حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۳۱) آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

نبی پاک ﷺ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ مومنین کو تلقین فرمارہے ہیں پھر نبی پاک ﷺ ﴿من دون اللہ﴾ میں داخل کیسے ہوسکتے ہیں

نیز اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے کہ تم نماز میں یہ دعا مانگو ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ:۶،۷) یا اللہ ہمیں ان لوگوں کے راہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہے اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النساء:۶۹) کہ اللہ تعالیٰ کا انعام نبیوں پر صدیقین پر شہداء پر صالحین پر ہے۔ تو ثابت ہوگیا انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین من دون اللہ میں داخل نہیں ہیں کیونکہ من دون اللہ کی اتباع تو منع ہے اور ان ہستیوں کی راہ پر چلنے کی خود اللہ تعالیٰ تلقین فرمارہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ سیدھی راہ وہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے یہ پیارے بندے چلتے ہیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطۡمِیۡر ﴾ (فاطر:۱۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک جھلی کے بھی مالک نہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی اس پر واضح دلیل ہے کہ ﴿من دون اللہ﴾ میں انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیاء کرام علیھم الرضوان داخل نہیں ہیں کیونکہ من دون اللہ کی شان تو یہ ہے کہ وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں اور انبیاء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴾ (النساء:۵۴) سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت۔

اُس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ ﴿من دون اللہ﴾ تو کسی شے کے مالک نہیں اور انبیاء کرام علیھم السلام ملک عظیم کے مالک ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ﴾ (یوسف:۵۶) یوں قدرت دی ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس زمین میں جگہ پکڑتے تھے جہاں چاہتے۔

اس کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام جہاں چاہتے اترتے اور جہاں چاہتے تصرف کرتے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہو گیا کہ من دون اللہ میں انبیاء و اولیاء شامل نہیں۔

ایک اور مقام پہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنۡ ذِی الۡقَرۡنَیۡنِ قُلۡ سَاَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ مِّنۡہُ ذِکۡرًا۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الۡاَرۡضِ ﴾ (الکہف:۸۳،۸۴) اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اس کا کچھ احوال ہم نے اس کو جمایا تھا ملک میں اور دیا تھا ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان۔ (ترجمہ محمود الحسن)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور ان کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادات سامان ووسائل عطا فرمائے تھے جن کے ذریعے سے اس کو مشرق ومغرب کے سفر اور محیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔

(تفسیر عثمانی 525)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۵) اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔ ﴿ترجمہ محمود الحسن﴾

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان من دون اللہ میں داخل نہیں کیونکہ من دون اللہ کی شان تو یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی پر موجود جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے نیک بندے زمین کے وارث بنیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (الاعراف:۱۲۸) زمین صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان من دون اللہ میں داخل نہیں کیونکہ من دون اللہ کی شان ہے ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ (سبا:۲۲) کہ وہ مالک نہیں ذرہ بھر کے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

ثابت ہوا کہ من دون اللہ کسی ذرہ بھر کے بھی مالک نہیں ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام

اس کی عطا سے پوری زمین کے وارث ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یَـا دَاءُ وْدُاِنَّـا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ﴾ (ص:۲۶) اے داؤد! ہم نے کیا تم کو نائب ملک میں۔

یہ آیت کریمہ اس امر پر واضح دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام من دون اللہ میں داخل نہیں کیونکہ ان کو ذرہ بھر کا اختیار نہیں ہے اور داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں نیابت بخشی جو کسی بادشاہ کا نائب ہو وہ اس ملک کے سیاہ سفید کا مالک ہوتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کا نائب ہے وہ معاذ اللہ کسی پتھر کا نائب ہے کہ اس کو کوئی اختیار نہ ہو؟

(نوٹ)

اس آیت سے اگر چہ صرف داؤد علیہ السلام کی خلافت ثابت ہوتی ہے حالانکہ اہل سنت کا دعویٰ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بااختیار ہیں۔ لیکن یہ دلیل ہم نے اس بنا پر پیش کی ہے کہ وہابی حضرات سالبہ کلیہ کے مدعی ہیں کہ کوئی نبی ولی کسی شی کا اختیار نہیں رکھتا تو یہاں سے داؤد علیہ السلام کا زمین میں بااختیار ہونا ثابت ہو گیا تو ان کا سالبہ کلیہ کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّایَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، فَسَخَّرْنَالَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَاءً حَیْثُ اَصَابَ وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ، هٰذَا عَطَاءُ نَا فَامْنُنْ اَوْاَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (ص:۳۵،،،۳۹)

ترجمہ:

اے اللہ! مجھے معاف فرمادے اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کے میرے

پیچھے۔ بے شک تو ہے سب کچھ بخشنے والا پھر ہم نے تابع کر دیا اس کے ہوا کو۔ چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں وہ چاہتے۔ اور تابع کر دیے شیطان سارے عمارت کرنے والے اور غوطے لگانے والے بہت سے۔ اور جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں۔ یہ ہے بخشش ہماری اب احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو مختار بنا دیا اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔

(تفسیر عثمانی صفحہ نمبر 782)

اس آیت کریمہ اور شبیر احمد عثمانی کی تفسیر سے بھی ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام من دون اللہ میں داخل نہیں ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ﴾ (آل عمران:۲۶) اے حبیب! آپ فرمادیجئے کہ اے اللہ تو ہی پورے ملک کا مالک ہے اور جس کو چاہے سارا ملک عطا فرمادے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے پورا ملک بھی عطا فرما سکتا ہے کیونکہ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ میں بھی لفظ ﴿الملک﴾ معرّف باللام ہے اور ﴿تؤتی الملک﴾ کے اندر بھی الملک معرّف باللام ہے۔ اور علم اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب معرف باللام کو معرف باللام کر کے لوٹایا جائے تو جو معنی پہلے اسم کا ہوتا ہے وہ دوسرے اسم کا بھی ہوتا ہے تو واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام من دونَ اللہ میں شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ (من دون اللہ) تو کسی ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی عطا سے پوری کائنات کے مالک ہیں جس طرح مولوی محمود الحسن نے اپنی کتاب ادلہ کاملہ میں لکھا ہے کہ

نبی پاک ﷺ بعد از خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات بنی آدم

ہوں یا غیر بنی آدم سب کے آپ مالک ہیں۔ (ادلۃ کاملہ صفحہ نمبر 152)

نیز من دون اللہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (التوبہ:۱۱۶) تمہارا اللہ کے علاوہ نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی دوست۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو من دون اللہ ہیں وہ کسی کی مدد کرنے پر قادر نہیں ہیں حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (آل عمران:۸۱)

یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تصدیق کرنے والے ہوں ہر اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تمہیں ان پر ایمان بھی لانا ہوگا اور مدد بھی کرنا ہوگی۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ من دون اللہ میں انبیاء علیہم السلام شامل نہیں اگر انبیاء علیہم السلام من دون اللہ میں شامل ہوتے تو پھر ان کو مدد کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۵) تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے رسول ﷺ اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں رکوع کی حالت میں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام من دون اللہ میں شامل نہیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ﴾

(الحج:۷۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے کوئی چیز چھڑا نہیں سکتے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی شان قرآن بیان کرتا ہے کہ ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ (النمل:۴۰) کہا اس آدمی نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت آپ کے پاس پیش کرتا ہوں۔

پتہ چلا من دون اللہ کا مقام یہ ہے کہ وہ مکھی سے کوئی چیز چھین نہیں سکتے اور اللہ کے ولیوں کا مقام یہ ہے کہ وہ پلک جھپکنے کے اندر پندرہ سو میل دور پڑے ہوئے تخت کو لا کر پیش کر سکتے ہیں اور من دون اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ﴿اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران:۴۹) کہ میں مٹی سے ایک مورتی بناتا ہوں جو پرندے کی شکل پر ہوتی ہے پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں پھر وہ اللہ کے اذن سے پرندہ بن جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام من دون اللہ میں شامل نہیں ہیں۔

دیوبندی حضرات آیت کریمہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر منطبق کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً ہر انسان کے بارے میں فرمایا ہے ﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا﴾ (الدہر:۲) ہم نے اس کو سمیع بصیر بنایا۔

پھر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے صفت سمع اور بصر کی نفی کیسے ہوسکتی ہے؟

دیوبندی حضرات نے جب اپنی دکان چمکانی ہوتی ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کا وفات کے بعد بھی ادھر ادھر جانا تسلیم کر لیتے ہیں، مثال کے طور پر ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

براہین قاطعہ میں ہے کہ ایک صالح، نبی پاک علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ علیہ السلام کو اردو میں کلام کرتے دیکھا اور کہا آپ تو عربی ہیں آپ کو یہ کلام کیسے آ گئی تو نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا واسطہ ہوا ہے ہمیں یہ زبان آ گئی ہے۔ (براہین قاطعہ صفحہ نمبر 27)

اگر انبیاء علیہم السلام کے پاؤں بھی نہیں ہیں ادراک وشعور بھی نہیں ہے جس طرح وہابی حضرات آیت کریمہ ﴿وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الاحقاف: ۵) انبیاء علیہم السلام پر منطبق کرتے ہیں تو پھر اس خواب کے اندران کیلئے مدرسے کا علم بھی تسلیم کر لیا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ انہوں نے مدرسہ دیوبند میں آ کر اردو سیکھی ہے۔ اسکا کیا مطلب بنتا ہے؟

نیز اگر آیت کریمہ ﴿ان الذین تدعون من دون اللہ، الخ﴾ کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو پھر ہر پکار، ناجائز وحرام ہوگی حالانکہ وہابی حضرات بھی نزدیک سے پکارنا اور زندہ کو پکارنا جائز سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کو پکارتے بھی رہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی رو سے وہ بھی مشرک ہو جائیں گے اس لیے ان کو غور کرنا چاہیے اور آیت کے معنی میں تحریف نہیں کرنی چاہیے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ نظریہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خارجیوں کو اس لیے تمام مخلوقات سے بدتر سمجھتے تھے کیونکہ وہ بتوں والی آیات کو مومنین پر چسپاں کرتے تھے جس طرح بخاری شریف میں ان کا یہ نظریہ موجود ہے کہ ﴿کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ اٰیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین﴾ (بخاری شریف جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 1080)

دیابنہ کے پانچویں شبہ کا ازالہ:

بعض وہابی حضرات یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ جب تم یارسول اللہ ﷺ کہتے ہو تو تین سو پندرہ رسول ہیں اور وہ سب سن لیتے ہیں اور متوجہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں پکارا جا رہا

ہے۔

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ کبھی تو وہابی حضرات کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ بھی دور سے نہیں سنتے۔ دور سے سننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور کبھی مان لیتے ہیں کہ تین سو پندرہ سن لیتے ہیں ان پر یہ مثال بھی آتی ہے کہ ﴿فرّ من المطر وقام تحت المیزاب﴾

دوسری گزارش یہ کہ جب ﴿رجل﴾ پہ یا داخل ہو جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے اور یارسول اللہ ﷺ میں اضافت بھی ہے اور حرف نداء بھی داخل ہے۔ کیا اس کے باوجود یہ معرفہ نہیں بنا؟

نیز قرآن مجید میں ارشاد باری ہے یایھا المزمل نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے یایھا المدثر حالانکہ چادریں اوڑھنے والے تو کئی ہوتے ہیں لیکن پھر مسلمان کا ذہن نبی پاک ﷺ کے علاوہ اور کہیں نہیں جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے یایھا الرسول، یایھا النبی یہاں بھی ہر کلمہ گو یہی سمجھتا ہے کہ ان دونوں آیات کریمہ سے مراد نبی پاک ﷺ کی ذات ہے۔ حالانکہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش ہے پھر بھی کسی کلمہ گو کا ذہن سوائے نبی پاک ﷺ کے اور کہیں منتقل نہیں ہوتا تو یارسول اللہ ﷺ کہنے کی صورت میں اور کسی اور کی طرف ذہن کیسے جا سکتا ہے۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے [تہذیب] میں ارشاد فرمایا والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسلہ ھدی [تہذیب] کے شارح عبداللہ یزدی ارشاد فرماتے ہیں:

اگر چہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ من استعمال کیا ہے پھر بھی مسلمان کا ذہن سوائے نبی پاک ﷺ کے کہیں اور منتقل نہیں ہوتا:

ثابت ہوا کہ مسلمان کا ذہن اگر چہ لفظ ﴿من﴾ بھی کیوں نہ ہو۔ جس کی وضع مفہوم کلی کیلئے ہے۔ سوائے نبی پاک ﷺ کے اور رسل کرام کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو دیوبندی حضرات کا

ذہن لفظ یارسول اللہ ﷺ ہونے کے باوجود- جب کہ وہ دو بار معرفہ ہے- نبی پاک ﷺ کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتا؟

اگر وہ یہودی ہوتے تو ہم سمجھتے کہ ان کا ذہن موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا ہے اگر وہ عیسائی ہوتے تو ہم سمجھتے کہ ان کا ذہن عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ دعویٰ محمدی ہونے کا ہے اور ذہن نبی پاک علیہ السلام کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

ملا جلال اور میر زاھد نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اگر چہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ من استعمال کیا ہے پھر بھی مسلمان کا ذہن سوائے نبی پاک علیہ السلام کے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ اگر چہ یہاں لفظ رسول نکرہ ہے پھر بھی ہر بندہ جو قرآن پر ایمان رکھنے کا مدعی ہے یہی سمجھتا ہے کہ یہاں لفظ رسول سے مراد نبی پاک ﷺ ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا﴾ (المائدہ:۱۵) اے اھل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے۔

حیرت ہے کہ اہلِ کتاب تو سمجھ جائیں کہ یہاں رسولنا سے کون مراد ہے لیکن محمدی ہونے کے دعویدار کو کیوں نہیں سمجھ آ رہی کہ یارسول اللہ ﷺ سے کون مراد ہے؟

جب ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے ہیں تو کسی کلمہ گو کا ذہن ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر میں سے کسی کی طرف منتقل نہیں ہوتا بلکہ صرف نبی پاک ﷺ کی طرف ہی سب کی توجہ مبذول ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ﴿قبل قولک السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ احضر شخصہ الکریم فی قلبک ولیصدق املک فی انہ یبلغہ سلامک ویرد علیک بما ھو اوفیٰ

منہ﴾ (احیاء العلوم باب التشہد جلد نمبر 1)

(نوٹ) مفصل حوالہ جات ہم گزشتہ اوراق میں دے چکے ہیں۔

تیرے دل پر نہ ہو جب تک نزول کتاب
نہ گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

دیابنہ کے چھٹے شبہ کا ازالہ:

اس مسئلہ میں وہابی حضرات یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اس سے بڑا کون گمراہ ہے جو ان کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں''

وہابی حضرات کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں لفظ ﴿من﴾ آیا ہے جو ذوی العقول کیلئے ہے تو یہاں انبیاء واولیاء کے پکارنے کی بھی نفی ہوتی ہے اور ان کے جواب دینے کی بھی نفی ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ ﴿من﴾ کبھی غیر ذوی العقول کیلئے بھی آجاتا ہے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ﴾ (النور:۴۵) کچھ ایسے ہیں جو پیٹ پر چلتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

یہاں من غیر ذوی العقول کیلئے بولا گیا ہے۔ نیز چونکہ کفار اپنے معبودانِ باطلہ کو ذوی العقول سمجھتے تھے اس لیے ان کے زعم کے مطابق لفظ من استعمال کیا گیا ہے۔

ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید مندرجہ ذیل تفاسیر میں بھی مل سکتی ہے، تفصیل کے خواہش مند حضرات ملاحظہ فرمالیں:

تفسیر کبیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر ابوسعود۔ تفسیر جمل۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن وغیرہ

نیز گزارش یہ ہے کہ اگر اس آیت کریمہ کا ظاہری معنی لیا جائے تو پھر کسی کو نزدیک سے پکارنا اور زندہ کو پکارنا بھی ناجائز ٹھہرے گا حالانکہ وہابی حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جو آدمی زندہ ہو اور قریب ہو اور ماتحت الاسباب حاجات میں اس کو پکارا جائے تو یہ جائز ہے لہذا اس آیت کا وہی معنی ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت بتوں کے ساتھ خاص ہے اس کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر منطبق کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

وهابی حضرات کے ساتویں شبه کا ازاله:

مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی اپنی کتاب کتاب اخفاء الذکر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ ﴿لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ ﴾(الحجرات:۲) نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا آہستہ بولتے تھے کہ نبی پاک ﷺ کو پوچھنا پڑھتا کہ اے عمر! تم نے کیا کہا ہے جب نبی پاک ﷺ پاس بیٹھے ہوے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کو نہیں سن سکتے تو اتنی دور دراز سے آوازیں کیسے سنیں گے؟ آگے مولوی سرفراز کہتا ہے کہ کیا کیا جائے بدعتیوں کا تو بابا آدم ہی نرالہ ہے۔ (اخفاء الذکر صفحہ نمبر 41)

اس کے جواب میں ہم گزارش کرتے ہیں یہ عام معمول کے مطابق سننے کی بات ہے ورنہ خرق عادت کے طور پر نبی پاک ﷺ آسمانوں کی آوازیں بھی سنتے ہیں کما قال علیہ السلام انی اری مالاترون واسمع مالاتسمعون، الخ﴾

اگر اس حدیث کا ظاہری معنی لیا جائے پھر تو سرفراز صاحب کے مسلک کی بھی نفی ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں مسجد نبوی کے احاطہ میں جہاں بھی درود شریف پڑھا جائے نبی پاک ﷺ خود سنتے ہیں۔ (تسکین الصدور صفحہ نمبر 247)

یہاں مماتی حضرات بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی آواز کو نہیں سنتے تھے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تو پھر مسجد نبوی کے احاطہ میں پڑھے
جانے والے درود شریف کو کیسے سنیں گے؟ تو جو جواب سرفراز صاحب ان کو دیں گے وہی ہماری
طرف سے سمجھ لیں ماجوابکم فهو جوابنا

سرفراز صاحب نے [المسلک المنصور] اور [الشہاب المبین] میں خود حدیث نقل کی
ہے کہ نبی پاک ﷺ کے روضہ انور پر ایک فرشتہ کھڑا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پورے جہان کی
آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے جو بھی کوئی درود پاک پڑھتا ہے فرشتہ مجھے پہنچا دیتا ہے او
علامہ خفاجی نسیم الریاض میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اخرج جمع انه ﷺ قال ان لله تعالی
ملكا اعطاه اسماع الخلائق فهو قائم على قبري مامن احد يصلى علىّ ال
بلّغنيها﴾ (نسیم الریاض جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 503)

(نوٹ) اس کا ترجمہ ہم گزشتہ اوراق میں پیش کر چکے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب خود اپنی کتاب [تسکین الصدور] میں نیل الاوطار سے نقل
کرتے ہیں کہ قاضی شوکانی نے ابن عبدالبر کی طرف سے ایک حدیث کی صحت بیان کر۔
ہوئے فرمایا ﴿ثم حكم ابن عبدالبر مع ذلك بصحته لتلقى العلماء له بالقبو
فردّه من حيث الاسناد وقبله من حيث المعنى﴾ (نیل الاوطار جلد نمبر 1)

ابن عبدالبر نے اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا علماء کی تلقی بالقبول کی وجہ سے پس ا
نے سند کے لحاظ سے اس حدیث کو رد کیا اور معنی کے لحاظ سے قبول کیا۔

جس طرح وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہے اسی طرح ہماری پیش کردہ حدی
بھی اس وجہ سے صحیح ہوگی۔

اگر نبی پاک ﷺ کے روضہ انور پر کھڑے ہونے والے فرشتے کے بارے میں سرفر

صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ سارے جہان کی آوازیں سن لیتا ہے اور نبی پاک ﷺ کو پہنچا دیتا ہے۔ جب سرکار کے خادم کی قوت سماعت کا عالم یہ ہے تو پھر سرکار ﷺ کی قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا؟

(نوٹ)

اس بحث کے آخر میں ہم حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا ایک ارشاد پیش کرتے ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿واما القطب الواحد فهو روح محمد ﷺ الممد لجميع الانبياء والرسل والاقطاب من حين النشاء الانساني الیٰ يوم القيٰمة﴾

''پس واحد قطب نبی پاک ﷺ کی روح پاک ہے جو تمام انبیاء ورسل اور تمام اقطاب کیلئے مددگار ہے ان کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن تک''

(الیواقیت والجواھر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 84)

مولوی اشرف علی تھانوی نبی پاک ﷺ کے بارے میں نشر الطیب میں کہتے ہیں:

نام احمد چوں چنیں یاری کند — کہ تا کہ نورش چوں مددگاری کند

چوں نام احمد باشد حصن حصین — تا چہ باشد آں ذات روح الامین

جب نبی پاک ﷺ کا نام اس طرح مدد فرماتا ہے تو آپ ﷺ کی ذات پاک کی مدد کا کیا حال ہوگا اور جب نبی پاک ﷺ کا نام اتنا مضبوط قلعہ ہے تو آپ کی ذات پاک کی روحانی مدد کا کیا حال ہوگا۔

وھابی حضرات کے آٹھویں شبہ کا ازالہ:

وہابی حضرات ایک اور آیت کریمہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ﴾ (التوبہ:۱۲۹) ''اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرمایئے مجھے اللہ کافی ہے''

ان کی اس دلیل کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ جس طرح یہ آیت کریمہ ہے اسی

طرح یہ آیت کریمہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے ﴿یَـا اَیُّهَـا النَّبِـیُّ حَسْبُکَ اللّٰـهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (الانفال:۶۴) اسی طرح آیت کریمہ ہے ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْـرِیْـلُ وَصَـالِـحُ الْـمُـؤْمِنِیْـنَ وَالْمَلَائِکَةُ بَعْدَ ذَالِکَ ظَهِیْرٌ﴾ (التحریم:۴) وہابی حضرات کی پیش کردہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے اس بات کے اہل سنت بھی قائل ہیں۔

باب ہفتم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشکل کشا ہونے اور ﴿یا علی﴾ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا ثبوت

❁❁❁❁❁❁❁❁

پہلی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ﴾ ''بے شک تمہارا مددگار اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور جو لوگ ایمان لائے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں رکوع کی حالت میں''

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے ایک سائل نے آ کر سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی مبارک اتار کر سائل کو دے دی اس وقت یہ آیت کریمہ اتری۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری. روح المعانی. درّ منثور وغیرہ)

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ میں واقع لفظ ولی کا معنی مددگار کیا ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کی رو سے جمیع انبیاء کرام، رسل عظام، اور اولیائے کرام کا مدد کرنا اور مشکل کشا ہونا ثابت ہو گیا۔ جب وہ حاجت روا بھی ہیں اور (مذکورہ دلائل کی روشنی میں) سنتے اور مدد کرتے بھی ہیں تو پھر یا علی، یا غوث، یارسول اللہ وغیرہ کہنا کیوں کر جائز نہ ہوگا۔

دوسری دلیل:

مشہور حدیث پاک ہے کہ نبی پاک ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا ﴿الست اولی بالمومنین من انفسهم قالوا بلیٰ قال

من كنت مولاه فهذا عليّ مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه﴾

ترمذی باب مناقب علی۔ سنن ابن ماجہ۔ سنن کبریٰ للنسائی۔ مسند امام احمد۔ مستدرک علی الصحیحین وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔

(نوٹ) امام ابن جریر طبری نے اس حدیث کی صحت کے بارے میں پوری دو جلدوں میں کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اس کی تمام سندوں کو جمع کیا ہے لہذا کسی کو اس حدیث کی صحت میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ نے غدیر خم کے موقعہ پر صحابہ کرام سے پوچھا کیا مومنین کے نزدیک میں ان کی جانوں سے پیارا نہیں ہوں تو صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مددگار ہوں اس کے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مددگار ہیں اے اللہ! جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر اور جو علی سے عداوت کرے تو بھی اس سے عداوت کر۔

(نوٹ) اگر چہ لفظ مولیٰ کے چوبیس معانی ہیں لیکن مشہور معانی میں سے ناصر، محب اور اولیٰ بالتصرف والے معانی ہیں۔ یہاں ناصر والا معنی مراد ہے کیونکہ آیت کریمہ ﴿انّما وليكم الله ورسوله، الخ﴾ میں مفسرین کرام نے ولی سے ناصر والا معنی مراد لیا ہے۔

تیسری دلیل:

امام نسائی نے سنن کبریٰ میں روایت بیان کی ہے ﴿من كنت وليه فعليّ وليه﴾ اور اس حدیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں نقل کیا ہے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسیر شرح جامع الصغیر میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿ای، ادفع عنہ مایکرہ﴾

(تیسیر شرح جامع الصغیر جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 232)

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ لفظ ولی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح میں امتیوں سے ناپسندیدہ چیز کو دور کرتا ہوں حضرت علی بھی میرے امتیوں سے تکالیف کو دور کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل

جامع ترمذی باب مناقب علی میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کو کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں شکایت کی نبی پاک ﷺ نے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا ﴿ماتریدون من علی ماتریدون من علی ماتریدون من علی علی منّی وانا منه وهو ولی کل مومن من بعدی﴾ (باب مناقب علی بن ابی طالب جلد نمبر 2)

ترجمہ:

تم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا چاہتے ہو تم علی سے کیا چاہتے ہو تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی میرے بعد ہر مومن کے مددگار ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں، حضرت علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ طیبی نے اپنی کتاب [الکاشف عن حقائق السنن] میں ولی کا معنیٰ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿ای ناصر کل مومن وحبیب کل مومن﴾

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی عام ولی کا تصرف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿وقد یکون خاطر الشیخ فهو امداد همّة شیخ یصل الی قلب المرید الطالب مشتملا علیٰ کشف معضل وحل مشکل حصل المرید فی الواقعات والواردات الرّبانیه وهذا الخاطر انّما یرد علیٰ قلب المرید عنداستکشافه ذالک باستمداده من ضمیر الشیخ فینکشف ویتبین الحال سواء کان شیخ حاضرا او غائبا حیا اومیّتا یدل علیه ماقال الشیخ عارف باالله علی بن حسام

الدین المتقی اسکنه الله بحبوحة جنته وتغمّده بلطفه ورحمته یاعبدالوهاب
اذااشکل شیء من الواقعات والواردات فاعرض علیّ بقلبک واستکشف
ذالک باستمدادک منّی ولوبعد موتی فجربت ذالک فوجدته کما قال
وهذاالخاطر ایضا فی الحقیقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه لان قلب
الشیخ بمثابة باب مفتوح الی عالم الغیب وهو واسطة بین المرید وبین الحق
سبحانه فیصل امداد فیضه علیٰ قلب المرید بواسطته﴾

ترجمہ:

کبھی شیخ کا خیال دراصل شیخ کی توجہ کی امداد ہوتی ہے یہ توجہ مرید اور طالب کے دل میں
ان مشکلات اور دشواریوں کے حل کیلئے حاصل ہوتی ہے جو اس کو واردات ربانیہ میں حاصل ہو
ہیں اور یہ توجہ مرید کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ شیخ کے ضمیر سے توجہ طلب کرتا ہے پھر اس ک
گرہیں کھل جاتی ہیں خواہ شیخ حاضر ہو یا غائب زندہ ہو یا میّت اس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ علی متقی ـ
فرمایا اے عبدالوہاب! جب تم کو واردات ربانیہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو ان کو میرے قلب
پیش کرنا اور مجھ سے مدد طلب کرنا خواہ میں فوت ہو چکا ہوں میں نے اس بات کا تجربہ کیا ہے ا
اس کو ایسا ہی پایا ہے اور یہ خیال شیخ بھی اللہ سبحانہ کے خیال میں داخل ہے کیونکہ قلب شیخ ایک ای
دروازہ ہے جو عالم غیب کی طرف کھلا ہوا ہے اور شیخ اللہ سبحانہ اور مرید کے درمیان واسطہ ہے ا
سے مرید کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے فیض کی امداد شیخ کی وساطت سے پہنچتی ہے۔

وجہ استدلال:

جب عام اولیاء کرام کا بعد از وفات تصرف اور امداد کرنے کا یہ حال ہے تو تمام اولیا
کے سردار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف کا کیا مقام ہوگا جن کے بارے میں شیخ ثناءالل
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں جو ولی بنا ہے اور اس امت می

جوولی بنے گا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کی وساطت سے ہے (تفسیر مظہری زیر آیت کنتم خیر امة، الخ)

یہی بات مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد نمبر دو (2) میں موجود ہے۔

نوٹ:

ہم نے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طویل عبارت نقل کی ہے وہ [لمعات التنقیح] جلد نمبر ایک (1) اور صفحہ نمبر ایک سو اکتالیس (141) پر موجود ہے ﴿من شاء فلیطالع ثمه﴾

پانچویں دلیل:

حضرت شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿ان اللّٰہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوة الاجساد فیذھبون من الارض والسماء والجنّة حیث یشاء ون وینصرون اولیاء ھم ویدمّرون اعداء ھم﴾

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ولیوں کی روحوں کو جسموں کی طاقت عطا کرتا ہے پس وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری زیر آیت. ﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰه اموات﴾

وجہ استدلال:

جب عام اولیاء کرام کا یہ مقام ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی روحانی توجہ کے بغیر کوئی ولی نہیں بن سکتا اس حوالے سے ان کے مقام کی رفعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿قد تواتر ع

کثیر من الاولیاء انهم ینصرون اولیاء هم ویدمرون اعداء هم ﴾ بہت سارے اولیاء سے یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں جب عام اولیاء کرام اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں تو مولائے مرتضی بطریق اولی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں ﴿اگر جنیان را بتقدیر الٰهی ایں قدرت بود که متشکل باشکال مختلفه گشته افعال غریبه بوقوع آرند اگر ارواح کمل را ایں قدر قدرت عطا فرماید چه محل تعجب است﴾

(مکتوبات امام ربانی جلد نمبر 2)

ترجمہ:

جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت سے یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں تبدیل ہو کر انوکھے افعال بجالاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کاملوں کی روحوں کو اس طرح کی قدرت عطا فرمادے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟

چھٹی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴾ (النازعات:۵) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''قسم ہے مجھے ان ذوات کی جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں''

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی تفاسیر میں فرماتے ہیں کہ ان ﴿مدبّرٰت امر ﴾ سے مراد اولیاء کرام کی ارواح ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب [حجۃ اللہ البالغہ] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام وفات کے بعد کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔

مخالفین کے پیشوا اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں کہتے ہیں ﴿ائمہ ایں طریق و اکابر ایں فریق در زمرہ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب الٰھی ملھم شدہ ودراجراء آن کو شند معدود اند پس احوال ایں کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد﴾ (صراط مستقیم صفحہ نمبر 136 فارسی)

ترجمہ:

اس طریقت کے جو پیشوا ہیں اور جوان فریق کے اکابرین میں سے ہیں یہ ان ملائکہ میں شامل ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں پس ان اولیاء کرام کا قیاس ان ملائکہ پر کرنا چاہیے۔ جب عام اولیاء کرام ساری کائنات کا نظام چلاتے ہیں اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام اولیاء کے ملجاء وماؤی ہیں بطریق اولیٰ تمام کائنات میں لوگوں کو پیش آنے والی مشکلات کو حل کر سکتے ہیں۔

ساتویں دلیل:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿حضرت امیر و ذرّیہ طاھرہ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند﴾ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ نمبر 253)

ترجمہ:

حضرت علی اور آپ کی تمام اولاد پاک کو پوری امت پیروں اور مرشدوں کی طرح پوجتی ہے اور پوری کائنات کا نظام ان کے حوالے جانتے ہیں (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام ان کے سپرد کیا ہوا ہے)

نوٹ: اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی اولاد پاک کو مددگار سمجھنا اور ان کو نظام کائنات کے مدبر سمجھنے والا نظریہ شرک ہے تو پھر کیا پوری امت مسلمہ مشرک ہے؟

آٹھویں دلیل:

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی [اشعۃ اللمعات] میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اولیاء را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنّٰزعٰت غرقا، الخ را بصفات نفوس فاضلہ در حالت مفارقت از بدن کشیدہ می شود از ابدان و نشاط می کنند سوئے عالم ملکوت و سیاحت می کنند دراں پس سبقت می کنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف وقوت از مدبّرات﴾ (اشعۃ اللمعات جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 401)

ترجمہ:

اولیاء کرام کو کائنات کے اندر تصرف حاصل ہے اور علامہ بیضاوی نے آیہ کریمہ والنّٰزعٰت غرقا کی تفسیر ان نفوس فاضلہ کی صفات سے کی ہے جو حال مفارقت بدن میں عالم ملکوت کی طرف نکالی جاتی ہے اور وہاں سیر و سیاحت اور تسبیح کرتی ہیں اور مقدس بارگاہ میں پیش ہوتی ہیں اور شرف وقوت کی وجہ سے مدبّرات (وہ فرشتے جو امور تکوینیہ انجام دیتے ہیں) میں سے ہو جاتے ہیں۔

جب عام اولیاء کرام کے تصرف کا یہ مقام ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف کا کیا حال ہوگا۔

نویں دلیل:

مولوی اشرف علی تھانوی [افاضات یومیہ] میں کہتا ہے کہ کارخانہ تکوینیہ مجذوبوں کے سپرد ہوتا ہے (افاضات یومیہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 123)

اگر مجذوب کارخانہ کائنات میں متصرف ہو سکتے ہیں اور شرک لازم نہیں آتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مشکل کشا ہو سکتے ہیں۔

دسویں دلیل:

صاحب درمختار کے استاد علامہ خیرالدین رملی سے سوال کیا گیا کہ ﴿یا عبد القا
جیلانی شیأ للہ﴾ کہنا کیسا ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا ﴿اما قولهم یاشیخ عبدالقاد
فهو نداء واذا اضیف الیه شیء للّٰه فهو طلب شیء اکراما للّٰه فمالموج
لحرمته﴾ (فتاوی خیریہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 182)

ترجمہ:

یا شیخ عبدالقادر کے الفاظ تو محض ندا ہیں اور جب اس کے ساتھ ﴿شیاء
﴾ ملا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عزت کا واسطہ دے کر کسی شئے کو طلب کیا جا رہا
اس کو حرام کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

وجہ استدلال:

جب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو پکارنا اور ان سے کوئی چیز طلب کرنا شرک نہیں
ان کے بھی آقا و مولیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

گیارھویں دلیل:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کا تخت منگوانا تھا تو آپ نے ارشاد فر
﴿اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۳۸) اے درباریو! تم
سے کون شخص تخت بلقیس کو ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے لا سکتا ہے۔
تو جن نے عرض کیا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَنَا اٰتِیْکَ بِ
قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾ (النمل:۳۹) سرکش جن نے کہا
میں جاتا ہوں اور تخت لے کر آتا ہوں آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے اور میں تخت لا
پر قادر بھی ہوں۔

لیکن جو اللہ کے ولی تھے انہوں نے عرض کیا جس طرح قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ﴾ (النمل:۴۰) میں جاتا ہوں اور پلک جھپکنے سے پہلے تخت آپ کی بارگاہ میں لاکر پیش کرتا ہوں

سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی کی قدرت اور طاقت کا یہ عالم ہے تو نبی پاک ﷺ کی امت جس کے سر پر ﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ﴾ (آل عمران:۱۱۰) کا تاج ہے اس امت کے ولی کے تصرف کا کیا حال ہوگا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام اولیاء کرام کے سردار ہیں ان کی قدرت و تصرف کا کیا حال ہوگا جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں ﴿ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیہ بل بقوۃ ربّانیۃ﴾ (تفسیر کبیر پارہ نمبر پندرہ (15) زیر آیت ﴿ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرّقیم، الخ)

''میں نے خیبر کے قلعے کو جسمانی قوت سے نہیں اکھیڑا بلکہ خداداد طاقت سے اکھیڑا ہے''

بارھویں دلیل:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ردالمحتار میں حضرت شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿احد من صرّفہ اللّٰہ فی الکون نطق باالمغیبات وخرق لہ العوائد وقلب لہ الاعیان﴾ ''حضرت شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تصرف بخشا اور جنہوں نے غیب کی خبریں دیں اور ان سے خوارق عادات صادر ہوئیں اور ان کی خاطر ذوات میں تبدیلی پیدا کی گئی''

(ردالمحتار علی الدّرالمختار جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 42)

اگر حضرت شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کائنات میں متصرّف ہو سکتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وساطت سے سب کو ولایت ملی ہے تو وہ بطریق اولیٰ کائنات میں متصرف ہو سکتے ہیں۔

حضرت شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کو اشرف علی تھانوی نے جمال الاولیاء میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو جمال الاولیاء صفحہ نمبر 42)

تیرھویں دلیل:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿حضرت ایشان ہر گاہ کہ می خواستند در ہر کہ می خواستند تاثیر می نمودند وغیبت وبے خودی می رسانیدند وایں قصص از حدّ شمار واحصاء بسیار اند﴾ (انفاس العارفین صفحہ نمبر 65 فارسی)

ترجمہ:

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ جس وقت چاہتے اور جس میں چاہتے تصرف کرتے تھے اور جس میں تصرف کرتے اس کو بے خود بنا دیتے اور ان کے یہ قصے شمار اور گنتی سے باہر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ متصرف فی الامور ہو سکتے ہیں تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ بھی بطریق اولیٰ متصرف ہو سکتے ہیں۔

چودھویں دلیل:

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿کرامات الاولیاء حق فینظر الکرامة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة کاتیان صاحب سلیمان علیہ السلام بعرش بلقیس قبل ارتداد الطّرف مع بعد المسافة وھو آصف بن برخیا علی الاشھر وظھور الطّعام والشّراب والمشی علی الماء والطیران فی الھواء وتکلم الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من

ترجمہ:

اولیاء کی کرامتیں حق ہیں اور ولی کی کرامت ظاہر ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ لمبی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر لیتا ہے جس طرح حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی تھے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس لائے حالانکہ مسافت بہت زیادہ تھی اور من جملہ کرامات اولیاء سے یہ بھی ہے ان کیلئے کھانے اور پینے کی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور ان کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہوا میں اڑتے ہیں اور پانی پر چلتے ہیں اور ان کے ساتھ پتھر اور جانور باتیں کرتے ہیں اور مصیبت میں متوجہ ہونیوالے کا اپنی طرف سے دفاع کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کا دشمن کی طرف سے مہم پیش آنے کی صورت میں بچاؤ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی کافی خوارق عادات ان سے صادر ہوتے ہیں۔

اس عبارت کو پڑھ لینے کے بعد کم از کم دیوبندی علماء کو تو غور کر لینا چاہیے کہ وہ کس منہ سے اپنے آپ کو حنفی اور اہلِ سنت کہلاتے ہیں اگر ان کے عقائد کتب اہلِ سنت کے موافق نہیں ہیں۔

پندرھویں دلیل:

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا کہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور ورد یا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کر کے پکارنا یہ ورد جائز ہے کہ نہیں اکثر علماء اس کو کفر وشرک کہتے ہیں؟

گنگوہی صاحب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

جو شیخ قدس سرہ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جان کر پڑھے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت روائی کر دیتے ہیں یہ بھی شرک نہ ہوگا باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے

کسی کو کافر مشرک بنا دینا بھی غیر مناسب ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 4)

وجہ استدلال:

اگر حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ باذن اللہ حاجت روائی کر سکتے ہیں اور ان کو باذن اللہ حاجت روا ماننا شرک نہیں ہے تو مولا علی جو غوث پاک کے بھی ملجاء و ماوٰی ہیں وہ بھی باذن اللہ مشکل کشا ہو سکتے ہیں۔

گنگوہی صاحب کا یہ ارشاد ذریت دیوبند پر حجت ہے کیونکہ تذکرۃ الرشید میں عاشق الٰہی میرٹھی نے گنگوہی صاحب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں ہوں مگر ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر (تذکرۃ الرشید صفحہ نمبر 17)

نوٹ۔ اگر دیوبندی حضرات ہدایت ونجات کے طلبگار ہیں تو انہیں چاہیے کہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حاجت روا ہیں اور ان کو باذن اللہ حاجت روا سمجھنے والا مشرک نہیں ہے۔

سولھویں دلیل:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ولیوں کا مقام یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ سے مظلوموں کی آواز کو سن بھی لیتے ہیں اور ان کی مدد بھی کرتے ہیں ان کا پورا شعر اس طرح ہے

بانگ مظلوماں زہر جا می شنوند بسوئے او چوں رحمت حق می دوند

وہ مظلوموں کی فریاد کو ہر جگہ سے سنتے ہیں اور مظلوموں کی طرف اللہ کی رحمت کی طرح دوڑتے ہیں۔ (مثنوی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 278)

نوٹ:

شاید کوئی دیوبندی مولوی یہ کہے کہ مثنوی تو تصوف کی کتاب ہے اس کا کیا اعتبار؟ اس لیے ہم مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ارشاد یہاں نقل کر رہے ہیں، موصوف نے التکشف میں مثنوی کے بارے میں لکھا ہے:

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

وجہ استدلال:

اگر عام اولیاء کرام مظلوموں کی فریاد سن سکتے ہیں اور ان کی مشکل کشائی کر سکتے ہیں تو مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو تمام اولیاء کے سردار ہیں اور خلفاء راشدین میں مرتبے کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر ہیں اور پہلے تین کے علاوہ باقی سب صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں تو آپ بھی مظلوموں کی فریاد کو کیوں نہیں سن سکتے ہیں اور جہاں سے کوئی پکارے اس کی مشکل کو حل کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟

سترھویں دلیل:

مولوی اشرف تھانوی صاحب اپنی کتاب التکشف میں لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد وھدایت واصلاح قلوب وتربیت نفوس تعلیم وطرق قرب وقبول عند اللہ اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے جو اپنے عصر میں اکمل وافضل ہو اور اس کا فیض اتم واعم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرز نبوت ہوتا ہے۔دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش وانتظام امور دنیویہ ودفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذنہ الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں۔ (التکشف صفحہ نمبر 93.94)

وجہ استدلال:

بقول تھانوی صاحب کے اگر اہل تکوین اولیاء کرام دافع بلاء ہو سکتے ہیں تو مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام اولیاء کے پیشوا ہیں وہ بھی دافع البلاء ہو سکتے ہیں۔

اب رہا یہ شبہ کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی دور دراز سے لوگوں کی فریاد کیسے سن سکتے ہیں تو اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ دیوبندیوں کے ممتاز عالم مولوی زکریا نے اپنی کتاب فضائل درود میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے روضہ انور پر ایک فرشتہ کھڑا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پورے جہان کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے اور جو بھی کوئی درود پاک پڑھتا ہے وہ سن کر نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔

اگر روضہ انور پر کھڑے ہونیوالے فرشتے کو یہ کمال حاصل ہو سکتا ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسل ملائکہ کے علاوہ سب ملائکہ سے افضل ہیں ان کو بھی یہ کمال حاصل ہو سکتا ہے!!!

دوسری گزارش یہ ہے کہ گزشتہ اوراق میں ہم نبی پاک ﷺ کے سماع عن البعید کے بارے میں بکثرت دلائل ذکر کر چکے ہیں تو قائل بالفصل کوئی نہیں جو سماع عن البعید نہیں مانتے وہ کسی کیلئے نہیں مانتے یعنی نہ نبی پاک ﷺ کیلئے مانتے ہیں اور نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مانتے ہیں۔ اور جو مانتے ہیں وہ سب کیلئے مانتے ہیں لہذا جب نبی پاک ﷺ کیلئے سماع عن البعید ثابت ہو گیا تو باقی اولیاء و انبیاء کیلئے بھی ثابت ہو جائیگا۔

نیز ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ امام رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿اذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب و البعید﴾ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور ولی کے کان بن جاتا ہے تو ولی قریب سے بھی سنتا ہے اور بعید سے بھی سنتا ہے۔

نوٹ:

اس مضمون کی کثیر عبارات ہم حدیث قدسی ﴿لا یزال عبدی یتقرب الی

باالنوافل، الخ ﴾کی تشریح میں گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں۔

امام رازی کی عبارت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر ایک عام ولی دور نزدیک سے یکساں سن سکتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ بھی دور سے سن سکتے ہیں۔

اٹھارھویں دلیل:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿قرّر الزیادی ان لانسان اذا ضاع لہ شیء واراد ان یردہ اللّٰہ سبحانہ علیہ ولیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرء الفاتحۃ ویھدی ثوابھا لنبی ﷺ ثم یھدی ثواب ذٰلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یاسیدی احمد بن علوان ان لم ترد علی ضالّتی والّا نزعتک من دیوان الاولیاء وانّ اللّٰہ یرد علی من قال ذٰلک ضالتہ ببرکتہ﴾ (ردالمحتار جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 355)

ترجمہ:

زیادی نے اس امر کو مقرر اور ثابت کیا ہے کہ اگر کسی انسان کی کوئی شے گم ہو جائے اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ اس پر لوٹائے وہ انسان بلند مکان پر قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور کہے اے میرے آقا احمد اے ابن علوان اگر تو نے مجھ پر میری گم شدہ چیز نہ لوٹائی تو میں تمہارا نام اولیاء کے دفتر سے اور تمہاری ذات کو اولیاء کرام کی جماعت سے خارج کر دوں گا تو بے شک اللہ تعالیٰ اس طرح کہنے والے پر اس کی گم شدہ چیز کو اس کی برکت سے لوٹا دے گا۔

اگر سیدی احمد بن علوان کو مشکل میں پکارنا جائز ہے اور وہ مدد فرما سکتے ہیں تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدد فرما سکتے ہیں۔

انیسویں دلیل:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب [الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ] میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ خود اور ان کے گیارہ مشائخ حدیث جواھر خمسہ کا وظیفہ کرتے تھے اور جواھر خمسہ میں یہ شعر موجود ہے

نادعلیا مظهر العجائب　　تجده عونا لک فی النوائب

کل هم وغم سینجلی　　بنبوتک یامحمّد وبولایتک یاعلی

ترجمہ:

پکارو علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن کی ذات پاک سے وہ خوارق اور فیوض ظاہر ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں جب تو انہیں ندا کرے گا تو انہیں مصائب اور آفات میں اپنا مددگار پائے گا ہر رنج والم بھی دور ہوتا ہے آپ کی نبوت کے صدقے اے محمد ﷺ اور آپ کی ولایت کے صدقے یا علی یا علی یا علی۔

(الانتباہ صفحہ نمبر 138 جواھر خمسہ صفحہ نمبر 281)

وجہ استدلال:

اب وہابی حضرات فرمائیں کہ اگر یا علی مدد کہنا شرک ہے تو پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے گیارہ مشائخ حدیث کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ اور ان کے ایمان کے بارے میں ان کا کیا فیصلہ ہے؟ جو خود بھی یہ وظیفہ پڑھتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی اجازت دیتے تھے اگر ان کو مشرک قرار نہیں دیتے بلکہ ان کو اپنا حکیم الامت اور بزرگ مانتے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ ایسا وظیفہ پڑھنا یا ایسا ورد کرنا شرک نہیں۔ جب شرک نہیں تو دیوبندی حضرات کا اہل سنت والجماعت کو مشرک کہنا لغو و باطل ہے!!!

بیسویں دلیل:

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

﴿من استغاث بی فی قربة کشفت عنه ومن نادانی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی اللّٰه فی حاجة قضیته﴾

(نزھۃ الخاطر لملا علی قاری صفحہ نمبر 61، بہجۃ الاسرار، زبدۃ الآثار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار)

ترجمہ:

جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد طلب کرے گا اس کا رنج و غم دور ہو گا اور جو کوئی سختی و مشکل پیش آنے پر میرا نام لے کر مجھے پکارے گا تو وہ شدت اور سختی دور ہو جائے گی اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پکڑے گا تو وہ حاجت بر آئے گی۔

جب حضور غوث پاک اپنے پکارنے والے کی مدد فرما سکتے ہیں تو مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی روحانی توجہ سے غوث پاک اس مقام پر پہنچے آپ بطریق اولیٰ لوگوں کی مشکلیں حل کر سکتے ہیں۔

اکیسویں دلیل:

حضرت ملاّ علی قاری فرماتے ہیں جس کو کوئی حاجت پیش آئے تو نبی پاک ﷺ پر درود شریف بھیجے اور گیارہ قدم عراق کی جانب چلے اور غوث اعظم کا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور بعد ازاں یہ دو شعر پڑھے

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی　　واظلم فی الدنیا وانت نصیری

وعار علی حامی الحماء منجدی　　اذا ضاع فی البیداء عقال بعیری

ترجمہ:

کیا ظلم و تعدی میرا احاطہ کریگی جب کہ تم میرا ساز و سامان ہو اور مجھ پر دنیا میں ظلم کیا

جائیگا جب کہ تم میرے مددگار ہو اور ننگ و عار ہے چراگاہ کے محافظ و نگران پر جب کہ وہ میر
معاون اور دست و باز و ہو کہ ویرانے میں میرے اونٹ کا رسّہ بھی ضائع ہو جائے۔

ملّا علی قاری فرماتے ہیں ﴿وقد جرّب ذلک مرارا فصحّ﴾ ''بارہا اس کا تجربہ کیا گیا
اسے درست پایا'' (نزھۃ الخاطر صفحہ نمبر 62)

وجہ استدلال:

جب حضور غوث پاک کو اس طرح پکارنے پر مشکل کشائی اور حاجت روائی ہو سکتی ہے
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق اولیٰ مشکل کشائی فرما سکتے ہیں۔

بائیسویں دلیل:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور و
فضیلت ہے آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت او
ابدالیت اور ان جیسی باقی خدمات کا آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ کی
وساطت سے ہی ہونا اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے ج
عالم ملکوت کی سیر کرنیوالوں پر مخفی نہیں'' (صراط مستقیم صفحہ نمبر 98)

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک بھی مولا علی کائنات
میں متصرف ہیں۔

تیئیسویں دلیل:

مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں مقام ولایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے
ہیں:

''اور اس مقام کے لوازم میں سے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں ک

ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا اور آفتوں بلاؤں کا دور کر دینا''

(صراط مستقیم صفحہ نمبر 98)

وجہ استدلال:

جب بقول مولوی اسماعیل دہلوی عام ولی کی یہ شان ہے کہ وہ آفتوں بلاؤں کو دور کر دیتا ہے تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام اولیاء کرام کے سردار ہیں آپ بھی بطریق اولیٰ آفتوں بلاؤں کو دور فرما سکتے ہیں۔

چوبیسویں دلیل:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

﴿نیز آگاهانیده اند که هر نوع از خوارق را کسب است که چون بآں کسب تمسك نمایند آں خارق از وے صادر شود تااز فروع همیں مقدمات است آنچه از صوفیا دیده می شود از تصرف درخلق بافاضه توبه برعاصي یا تسخیر دل کسے یاافاضه واقعه در مدرکهٔ کسے یاافاضهٔ نسبتے از نسبتها یارفع مرض.ومانند آنها﴾ ۔

(ہمعات صفحہ نمبر 121)

ترجمہ:

جاننا چاہیے کہ مجھے آگاہ فرمایا گیا ہے کہ خوارق عادت کی ہر نوع کیلئے مخصوص ذریعہ اور کسب اور وسیلہ ہوتا ہے جب اس وسیلہ اور سبب سے تمسک کریں اور اس کا سہارا لیں تو وہ خارق صادر ہو جاتا ہے اور انہیں مقدمات کے فروعات سے ہیں وہ امور جو صوفیاء کرام سے دیکھے جاتے ہیں یعنی مخلوق خدا میں تصرف کر کے عاصی کو توبہ کا فیضان پہنچانا یا کسی کے دل کو مسخر کر دینا یا کسی واقعہ کا مدرکہ اور دماغ میں داخل کر دینا یا ولایت کی نسبتوں میں سے کسی نسبت کا افاضہ یا مرض دور کر دینا۔

وجہ استدلال:

اگر عام اولیاء کو یہ تصرفات حاصل ہو سکتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تما
اولیاء کے ملجا اور ماوٰی ہیں آپ بطریق اولیٰ یہ سارے تصرفات کر سکتے ہیں۔

پچیسویں دلیل:

مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد سید احمد بریلوی کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
کہ ان کو نقشبندی اور قادری سلسلے کی ولایت حضور غوث پاک اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے خو
دہلی میں آکر عطا فرمائی مولوی اسماعیل دہلوی ان حضرات کی تشریف آوری کو بیان کرتے ہو
لکھتے ہیں:

''حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس
سرّہ کے ارواح مقدسہ سید احمد بریلوی صاحب کے حال پر متوجہ ہوئے اور دونوں حضرات میں
تقریباً ایک ماہ تک اختلاف و نزاع رہا کیونکہ ان دونوں اماموں میں سے ہر ایک سید صاحب کو
مکمل طور اپنی طرف جذب کرنے اور اپنے رنگ میں رنگنے کا ارادہ رکھتا تھا حتیٰ کہ اختلاف و نزاع
کا اختتام اور صلح و آشتی کے حصول کے بعد دونوں حضرات مشترکہ طور پر فیض دینے پر رضا مند ہو
گئے اور ایک دن دونوں کی مقدس روحیں ان پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر تک قوی توجہ اور
زوردار تاثیر فرمائی حتیٰ کہ اسی وقت میں دونوں طریق قادری اور نقشبندیہ کی نسبتیں ان کو نصیب ہو
گئیں'' (صراط مستقیم صفحہ نمبر 166)

وجہ استدلال:

اگر حضور غوث پاک اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند اپنے وصال کے سینکڑوں سال بعد سید
احمد بریلوی کی مدد کر سکتے ہیں تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لوگوں کی مشکلیں حل فرما سکتے
ہیں۔

چھبیسویں دلیل:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ عنیہ مشائخ درحق ایشاں گفتہ اند کہ ایشاں در قبر خود مثل احیاء تصرف می کنند﴾ (ہمعات صفحہ نمبر 61)

ترجمہ:

بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں مثل زندوں کے تصرف کرتے ہیں (کذافی اشعۃ اللمعات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 722)

یہی شاہ صاحب حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿واز امت آں حضرت ﷺ اول کسے کہ فاتح باب جذب شدہ است ودرآں جاقدم نہادہ است حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ولہذا سلاسل طرق بداں جانب راجع می شوند﴾ (ہمعات صفحہ نمبر 60)

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ کی امت سے پہلی ہستی جنہوں نے جذب کا دروازہ کھولا اور اس میدان میں قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اسی وجہ سے تمام سلاسل کے راستے انہیں کی جانب لوٹتے ہیں۔

یہی شاہ صاحب اسی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ایں فقیر چوں بسوئے عالم ارواح متوجہ شد آنجا چند طبقہ یافت یکے طبقہ ملأ اعلی در آنجا ملائکہ علویہ مدبّرہ رایافت چوں جبرئیل ومیکائیل وبعض نفوس بنی آدم یافت وبایشاں لاحق شداند وہم رنگے ایشاں گشتہ﴾

ترجمہ:

حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب عالمِ ارواح کی طرف متوجہ ہوا وہاں چند طبقوں کو پایا ایک ملأ اعلیٰ کا طبقہ اس مقام میں ان فرشتوں کو دیکھا جو بلند مقام کے مالک ہیں اور کائنات کا نظام چلانے والے ہیں جس طرح جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور بعض انسانی ارواح کو میں نے وہاں دیکھا جو فرشتوں کے ساتھ لاحق ہو چکے ہیں اور انہیں کی صفات کے ساتھ متصف ہیں۔ (ہمعات صفحہ نمبر 57)

وجہ استدلال:

جب عام اولیاء کرام فرشتوں کی صفات سے متصف ہو کر مدبرات امر میں شامل ہیں تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام اولیاء کے سردار ہیں آپ کا کیا مقام ہوگا؟

یہی شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

﴿از فروع ہمیں مقدمات است آنچہ از صوفیا دیدہ می شود از تصرّف درخلق بافاضہ توبہ بر عاصی یا تسخیر دل کسے یا رفع مرض و مانند آنہا﴾

ترجمہ:

انہیں مقدمات کے فروع میں سے ہیں جو اولیاء کرام سے مشاہدہ کیا جاتا ہے ان کا تصرّف کرنا مخلوق میں اور توبہ کا فیضان کرنا گنہگار کو یا کسی کے دل کو مسخر کرنا یا مرض کو دور کر دینا یہ اس کی مثل اور امور۔ (ہمعات صفحہ نمبر 127)

وہابی حضرات کے ایک شبہ کا ازالہ:

وہابی حضرات ایک اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے تو میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچا لیتے۔

ان کے اس استدلال کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿اِنّــــا

لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾(غافر:۵۱)''بے شک ہم اپنے رسولوں اور دنیاوی زندگی میں ایمان لانے والوں کی مدد کرتے ہیں''۔اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ﴾(المجادلہ:۲۱)''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور بالضرور غالب آئیں گے'' لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿کُلَّمَا جَآءَھُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَھۡوٰۤی اَنۡفُسُھُمۡ فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا وَفَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ﴾(المائدہ:۷۰)

ترجمہ:

وہابی حضرات کو غور کرنا چاہیے کہ ہر وقت مدد اس طریقے پر نہیں ہوتی کہ جس کی مدد کی جائے وہ ظاہری طور پر بھی کامیاب ہو جائے بلکہ کبھی اس طریقے پر بھی ہوتی ہے کہ اپنے محبوب شخص کو ثابت قدم رکھا جاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ﴾(محمد:۷)''اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریقے پر مدد فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے حسین! فرات کے کنارے پر صبر کرنا! جس طرح مسند امام احمد میں روایت ہے۔

دوسری گزارش اس سلسلے میں یہ ہے کہ ترمذی و نسائی شریف میں یہ حدیث پاک ہے کہ اگر دعا سے پہلے درود پاک پڑھا جائے تو دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جلدی شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور اگر نہ پڑھا جائے تو قبول ہی نہیں ہوتی یا تاخیر کے ساتھ قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ دعا زمین آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے، اور قبولیت سے محروم رہتی ہے۔اب درود شریف میں یہ الفاظ ہیں ﴿اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد﴾ جب ہم نبی پاک

ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کی آل پر درود بھیجیں تو ہماری دعائیں قبول ہو جاتی ہیں تو اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود دعا کرتے تو پھر قبول کیوں نہیں ہوتی لیکن آپ نے اس لئے دعا نہیں کی کہ آپ کو علم تھا کہ میں مقام امتحان میں ہوں جب میں اس امتحان میں سرخرو ہوں گا تبھی جنتی جوانوں کا سردار بنوں گا۔

نیز ایک گزارش یہ بھی ہے کہ سرکار ﷺ دعا مانگا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری شریف)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی تھا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ:٦٧) ”اللہ تعالی لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو اس طرح شرف قبولیت بخشا کہ آپ کے نواسے کو شہادت کا منصب عطا فرمایا جس طرح نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے ﴿حسین منّی وانا من حسین﴾ (ترمذی شریف)

نیز ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے ﴿اللھم انّی احبھما فاحبھما واحب من یحبّھما﴾ یہ حدیث پاک بخاری شریف کے اندر بھی ہے اس حدیث پاک سے پتہ چلتا کہ حسنین کریمین اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں تو پھر وہابی حضرات اللہ تعالیٰ کے بارے میں گل افشانی فرمائیں گے اس لئے وہابی حضرات سے یہی گزارش ہے کہ توبہ کریں۔ شعر

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ‏ ‏ ‏ گر چہ ماند در نوشتن شیر و شیر

عام اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا فائدہ:

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ ولذا اتفق الناس علیٰ زیارة مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللّٰہ ولذا قیل واذا تحیرتم فی الامور فاستعینو من اصحاب القبور ھذا لیس بحدیث کما توھم وان انکرہ بعض

الملاحدة فی عصرنا والمشتکٰی الیه هو الله﴾

(خفاجی علی البیضاوی جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 313)

ترجمہ:

اسی وجہ سے تمام لوگ متفق ہیں کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کرنا جائز ہے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل کرنے پر بھی تمام لوگ متفق ہیں جیسا کہ کہا گیا کہ جب تم امور میں پریشان ہو جاؤ تو اہلِ قبور کی طرف رجوع کرو (یہ اگرچہ حدیث نہیں) اگرچہ بعض ملحد لوگوں نے ہمارے زمانے میں اس کا انکار کیا ہے اور اللہ کی طرف ان کی اس بات کی شکایت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں ایاک نعبد کہتا ہے تو اس کی زبان تمام اعضاء کی ترجمانی کررہی ہوتی ہے۔ آنکھ کی عبادت یہ کہ بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کرے اور پاؤں کی عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے مزارات کی طرف چل کر جائیں۔

نوٹ: جو حضرات اولیاء کرام کے تصرف فرمانے کے تفصیلی واقعات ملاحظہ کرنے کے خواہش مند ہوں وہ کشف المحجوب، نفحات الانس، جامع کرامات الاولیاء، انفاس العارفین، نزھۃ الخاطر الفاتر اور الطبقات الکبریٰ کا مطالعہ فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین. وصلی الله علی حبیبه محمد وعلی آله اصحابه اجمعین .

بزمِ شیخ الاسلام کی مایہ ناز پیش کش

سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مژدۂ جانفزا

فوز المقال فی خلفاء پیر سیال

جلد سوم

ضیاء العارفین، مجاہدِ اعظم حضرت خواجہ الحافظ محمد ضیاء الدین

سیالوی قدس سرہ العزیز

اور ان کے خلفائے کبار کی دینی، علمی، تدریسی، ملی، سیاسی

، روحانی اور عمرانی خدمات کا جائزہ

تالیف لطیف

حاجی مرید احمد چشتی

ناشر بزمِ شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ

صفحات 880 ہدیہ 250 روپے

امام العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی قدس سرہ کی مایہ ناز تصنیفات

کوثر الخیرات لسید السادات: سورۂ کوثر کی محبتِ مصطفیٰ سے معمور تفسیر

تحفۂ حسینیہ: روافض کے عقائد کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ (3 جلد)

تنویر الابصار: نورانیتِ مصطفیٰ کا نورانی بیان

جلاء الصدور: سماعِ اموات، عذابِ قبر، استمداد و استعانت اور اس سے متعلق مسائل پر جاندار تحریر

متعہ اور اسلام: متعہ کے متعلق صحیح اسلامی نظریہ اور اہلِ تشیع کی عیش پرستی کا بیان

انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ: سرکارِ دو عالم ﷺ کی تشریف آوری اور کمالات کا بیان انبیائے سابقین کی زبان حق ترجمان سے

دی ہولی بائبل اور شانِ انبیاء میں گستاخیاں: بائبل میں واقع ہونے والی تحریف اور یہود و نصاری کی سازشوں کا بیان

گلشنِ توحید و رسالت: توحید و رسالت سے متعلقہ عقائد کا بیان اور شکوک و شبہات کا ازالہ

صاحب زادہ علامہ غلام نصیر الدین سیالوی زید مجدہ

کی حقیقت افروز تحریر

عباراتِ اکابر کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

دو جلد

اکابرین دیوبند کی بارگاہِ الوہیت و رسالت میں گستاخیوں کا تفصیلی پوسٹ مارٹم، اور ان کے وکیلِ صفائی مولوی سرفراز صفدر کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات

ناشر اہل السنہ پبلی کیشنز۔ دینہ جہلم

شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٖ کے نام

پہ قائم ہونے والا خالص علمی اور تحقیقی ادارہ، ابنائے جامعہ رضویہ

احسن القرآن کے خیالات وافکار کا ترجمان

بزمِ شیخ الاسلام پاکستان

اغراض ومقاصد

درسِ نظامی کے احیاء کے لیے منظّم کوشش

درسِ نظامی میں شامل متون وشروحات کی جدید طرز سے

اشاعت

اسلاف کی دینی، ملی اور قومی خدمات کو اجاگر کرنا

اکابرین کی غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت اور اہلِ علم تک ان کی

ترسیل

آپ بھی اس کارِ خیر میں مقدور بھر تعاون فرما کر سعادتِ دارین حاصل فرمائیں

شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی
کی ایمان افروز تصنیفات

سورۂ کوثر کے مفاہیم و مطالب پر مشتمل ایمان افروز تصنیف
کوثر الخیرات لسید السادات

نورانیت مصطفیٰ کا نورانی بیان
تنویر الابصار بنور النبی المختار

جلاء الصدور فی سماع اهل القبور
سماع اموات، عذاب قبر اور احوال برزخ کا تفصیلی جائزہ

تحفہ حسینیہ
روافض کے عقائد و نظریات کا تفصیلی جائزہ

متعہ کی تنسیخ کا بیان اور روافض کی غلط فہمیوں کا ازالہ
متعہ اور اسلام

توحید و رسالت سے متعلق عقائد اور شکوک و شبہات پر مشتمل علمی دستاویز
گلشن توحید و رسالت

کمالات مصطفیٰ کا بیان پہلے انبیاء کی زبان سے
انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین

دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

ملنے کا پتہ
بزم شیخ الاسلام
جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ جہلم

Hussain Fayyaz Printers 0301-4454116